قُلۡ اِنَّ الۡفَضۡلَ بِیَدِ اللّٰہِ ۚ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ (اٰل عمران: 74)

روزنامہ

الفضل لندن

مدیر: ابو سعید

Online Edition

سوموار 11/ جولائی 2022ء | 11/ ذوالحجہ 1443 ہجری قمری | 11/ وفا 1401 ہجری شمسی | جلد: 4 | شمارہ: 140

ارشادِ باری تعالیٰ

فَاصۡبِرۡ کَمَا صَبَرَ اُولُوا الۡعَزۡمِ مِنَ الرُّسُلِ وَلَا تَسۡتَعۡجِلۡ لَّہُمۡ ؕ کَاَنَّہُمۡ یَوۡمَ یَرَوۡنَ مَا یُوۡعَدُوۡنَ ۙ لَمۡ یَلۡبَثُوۡۤا اِلَّا سَاعَۃً مِّنۡ نَّہَارٍ ؕ بَلٰغٌ ۚ فَہَلۡ یُہۡلَکُ اِلَّا الۡقَوۡمُ الۡفٰسِقُوۡنَ ﴿۳۶﴾

(الاحقاف: 36)

ترجمہ: پس صبر کر جیسے اُولوالعزم رسولوں نے صبر کیا اور ان کے بارہ میں جلد بازی سے کام نہ لے۔ جس دن وہ اُسے دیکھیں گے جس سے اُنہیں ڈرایا جاتا ہے تو یوں لگے گا جیسے دن کی ایک گھڑی سے زیادہ وہ (انتظار میں) نہیں رہے۔ پیغام پہنچایا جاچکا ہے۔ پس کیا بدکرداروں کے سوا بھی کوئی قوم ہلاک کی جاتی ہے؟

فرمانِ رسولؐ

یَاۡتِیۡ عَلَی النَّاسِ زَمَانٌ لَّا یَبۡقٰی مِنَ الۡاِسۡلَامِ اِلَّا اسۡمُہٗ وَلَا یَبۡقٰی مِنَ الۡقُرۡاٰنِ اِلَّا رَسۡمُہٗ۔ مَسَاجِدُھُمۡ عَامِرَۃٌ وَّھِیَ خَرَابٌ مِّنَ الۡھُدٰی

(مشکوٰۃ کتاب العلم فصل الثالث صفحہ 38)

لوگوں پر ایسا زمانہ آنے والا ہے کہ جب اسلام محض نام کا رہ جائے گا اور قرآن کا صرف رسم الخط باقی رہ جائے گا۔ ان کی مسجدیں آباد ہوں گی لیکن ہدایت سے بالکل خالی ہوں گی۔

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحاتِ قلم

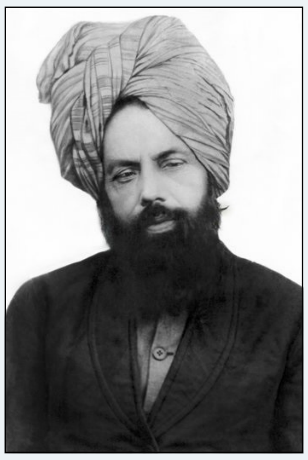

اے حق کے طالبو اور اسلام کے سچے محبّو! آپ لوگوں پر واضح ہے کہ یہ زمانہ جس میں ہم لوگ زندگی بسر کر رہے ہیں یہ ایک ایسا تاریک زمانہ ہے کہ کیا ایمانی اور کیا عملی جس قدر امور ہیں سب میں سخت فساد واقع ہوگیا ہے اور ایک تیز آندھی ضلالت اور گمراہی کی ہر طرف سے چل رہی ہے۔ وہ چیز جس کو ایمان کہتے ہیں اسکی جگہ چند لفظوں نے لے لی ہے جن کا محض زبان سے اقرار کیا جاتا ہے اور وہ امور جن کا نام اعمال صالحہ ہے اُن کا مصداق چند رسوم یا اسراف اور ریا کاری کے کام سمجھے گئے ہیں اور جو حقیقی نیکی ہے اُس سے بکلّی بے خبری ہے۔ اس زمانہ کا فلسفہ اور طبعی بھی روحانی صلاحیّت کا سخت مخالف پڑا ہے۔ اُس کے جذبات اُس کے جاننے والوں پر نہایت بد اثر کرنیوالے اور ظلمت کی طرف کھینچنے والے ثابت ہوتے ہیں۔ وہ زہریلے مواد کو حرکت دیتے اور سوئے ہوئے شیطان کو جگا دیتے ہیں اِن علوم میں دخل رکھنے والے دینی امور میں اکثر ایسی بدعقیدگی پیدا کر لیتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کے مقرر کردہ اصولوں اور صوم وصلوٰۃ وغیرہ کے عبادت کے طریقوں کو تحقیر اور استہزا کی نظر سے دیکھنے لگتے ہیں۔ اُنکے دلوں میں خدا تعالیٰ کے وجود کی بھی کچھ وقعت اور عظمت نہیں بلکہ اکثر ان میں سے الحاد کے رنگ سے رنگین اور دہریّت کے رگ وریشہ سے پُر اور مسلمانوں کی اولاد کہلا کر پھر دشمنِ دین ہیں۔ جو لوگ کالجوں میں پڑھتے ہیں اکثر ایسا ہی ہوتا ہے کہ ہنوز وہ اپنے عُلوم ضروریّہ کی تحصیل سے فارغ نہیں ہوتے کہ دین اور دین کی ہمدردی سے پہلے ہی فارغ اور مستعفی ہو چکتے ہیں۔ یہ میں نے صرف ایک شاخ کا ذکر کیا ہے جو حال کے زمانہ میں ضلالت کے پھلوں سے لدی ہوئی ہے۔ مگر اس کے سوا صدہا اور شاخیں بھی ہیں جو اس سے کم نہیں!

(فتح اسلام، روحانی خزائن جلد 3 کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ 4)

فرمانِ خلیفۂ وقت

یہ تاریخی حقیقت ہے کہ حق ہمیشہ کامیاب ہوتا ہے۔ ہمیشہ تمام انبیاء کے مخالفین اپنے بدانجام کو پہنچے ہیں۔ جب تک مسلمان اسلام کی حقیقی تعلیم کے علمبردار رہے اور اس پر عمل کرنے والے بنے رہے کامیابیاں ان کے قدم چومتی رہیں۔ جب نہ دین باقی رہا نہ اسلام باقی رہا تو اپنی اپنی حکومتیں بچانے کی فکر میں سارے لگ گئے کہ کم از کم جو چھوٹی چھوٹی حکومتیں ہیں وہی بچ جائیں۔ آجکل مسلمانوں کی جو حالت ہے وہ ایسی تو نہیں جس کے متعلق کہا جاسکے کہ مسلمانوں کی بڑی شان وشوکت ہے۔ دوسرے لوگ ان کی اس شان کو دیکھ کر ان کی طرف رشک سے دیکھنے والے ہیں۔ یا اس شان و شوکت کی وجہ سے بعض ملک ان کی طرف حسد سے دیکھنے والے ہیں۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ بعض ملکوں کی جو تیل کی دولت ہے اس پر غیروں کی نظر ہے اور وہ اس دولت کی طرف دیکھنے والے ہیں۔ بلکہ مسلمان جو ہیں دولتمند ترین ملک بھی اپنی بقا کے لئے غیر مسلموں کی طرف دیکھ رہے ہیں۔ پس اس وقت بظاہر مسلمانوں کی نہ شان وشوکت ہے، نہ ہی ترقی کے آثار نظر آ رہے ہیں۔ ہاں گراوٹ اور ذلت جو ہے وہ ہر اس شخص کو نظر آتی ہے جو اسلام کا درد رکھنے والا ہے تو کیا اللہ تعالیٰ کا غلبہ کا جو یہ وعدہ ہے یہ نَعُوْذُ بِاللّٰہ غلط ہو رہا ہے یا اس غلبہ کے وعدے کی مدت گزر چکی ہے اور یہ ایک وقت تک کے لئے تھا۔ یا اللہ تعالیٰ کے قوی ہونے کی صفت میں کوئی کمی آ گئی ہے۔ یہ ساری باتیں غلط ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا وعدہ بھی سچا ہے اور اسلام جو تا قیامت رہنے اور ترقی کرنے والا مذہب ہے اس کے بارہ میں جو پیشگوئی ہے وہ بھی سچی ہے اور اللہ تعالیٰ کی تمام صفات کی طرح قوی ہونے کی صفت بھی ہمیشہ قائم رہنے والی ہے اور قائم رہے گی اور اسی غلبہ اور قوی ہونے کی صفت ثابت کرنے کے لئے اس نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس زمانے کا امام بنا کر بھیجا ہے۔

(خطبہ جمعہ 9 اکتوبر 2009ء بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

اس شمارہ میں

- تعلق باللہ (منظوم)
- خلاصہ خطبہ جمعہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ
- خطبہ جمعہ فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ
- ڈائری عابد خان سے کچھ حصے
- حضرت عائشہؓ کی شادی کی عمر پر اعتراض کا جواب

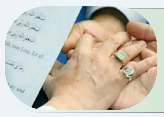

دربارِ خلافت

ایک اور اہم عہد ہے جس کی طرف میں توجہ دلانا چاہتا ہوں

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

پھر ایک اور اہم عہد ہے جس کی طرف میں توجہ دلانا چاہتا ہوں جو ہر ملک کا شہری خدا کو گواہ بنا کر یا قرآن کو گواہ بنا کر ملک سے کر رہا ہوتا ہے یا بعض دفعہ اگر صرف ملک کے بادشاہ کے نام پر عہد لے رہا ہو تب بھی یہ ایک ایسا عہد ہے جس کو پورا کرنا اور اس کو نبھانا ایک مسلمان پر فرض ہے اور نہ پورا کرنا ایمان کی کمزوری ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وطن سے محبت ایمان کا حصہ ہے۔ اس کی باریکیوں پر بھی احمدیوں کو غور کرنا چاہئے۔

مجھے یہ اطلاع ہے کہ بعض جگہ بعض لوگ جو اپنے کاروبار کرتے ہیں، اُن کاروباروں میں ملازم رکھتے ہیں تو اُسے کم تنخواہ دیتے ہیں یا کم تنخواہ ظاہر کرتے ہیں کہ باقی benefit کونسل سے claim کر لو۔ کہتے تو یہ ہیں کہ ہم تمہارے فائدے کے لئے کام کر رہے ہیں لیکن خود بھی جھوٹ بول رہے ہوتے ہیں اور اُس سے بھی جھوٹ بلوا رہے ہوتے ہیں۔ خود بھی بدعہدی کر رہے ہوتے ہیں اور اُس سے بھی بدعہدی کروا رہے ہوتے ہیں۔ عملاً یہ ہے کہ اپنا فائدہ اُٹھا رہے ہوتے ہیں۔ ایسے لوگ پھر ایسے بچائے ہوئے پیسے کی جو کمائی کرتے ہیں تو اُس پر ٹیکس بھی بچاتے ہیں جو حکومت کا نقصان ہے۔ حکومت سے کئے گئے عہد کی بدعہدی ہے اور اُن ملازمین کو کم تنخواہ دے کر اور پورا کام لے کر یا کچھ حد تک اس تنخواہ سے زیادہ کام لے کر کونسل سے اُن کے الاؤنس دلوا کر پھر قومی خزانے کو نقصان پہنچا رہے ہوتے ہیں۔ تو یہ سب باتیں جو ہیں، یہ سراسر ظلم ہیں اور عہد کو توڑنا ہے جو یہاں کی شہریت لیتے ہوئے ایک شخص کرتا ہے۔ یہ عہد بیعت کو بھی توڑنا ہے کیونکہ وہاں بھی یہی ہے کہ میں ہمیشہ سچائی سے کام لوں گا۔ پس ایسے لوگ حکومت کا عہد بھی توڑ رہے ہیں اور خدا تعالیٰ کا عہد بھی توڑ رہے ہیں اور گنہگار بھی بن رہے ہیں۔ پس ایک احمدی کو ہر معاملے میں اپنے جائزے لینے کی ضرورت ہے۔

عہد پورا نہ کرنے کی وجہ سے ایک اور برائی کا بھی میں ذکر کرنا چاہتا ہوں جو گھر سے نکل کر دو گھروں بلکہ خاندانوں کے سکون برباد کرنے کا ذریعہ بنتی ہے۔ پہلے بھی اس کا ذکر ہو چکا ہے اور وہ خلع اور طلاق کے موقع پر اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل نہ کرنا ہے اور اپنے عہد کو توڑنا ہے۔ ان رشتوں میں انصاف اور قولِ سدید کا ذکر پہلے ہو چکا ہے، جس پر اگر عمل ہو تو مسائل آرام سے سلجھ جائیں یا پیدا ہی نہ ہوں۔ لیکن مسائل کے پیدا ہونے پر، میاں بیوی کے تعلق میں اختلاف ہونے پر اللہ تعالیٰ نے جو نصیحت ہمیں فرمائی ہے وہ خاص طور پر خاوند کو سامنے رکھنی چاہئے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاِنۡ اَرَدۡتُّمُ اسۡتِبۡدَالَ زَوۡجٍ مَّکَانَ زَوۡجٍ ۙ وَّاٰتَیۡتُمۡ اِحۡدٰہُنَّ قِنۡطَارًا فَلَا تَاۡخُذُوۡا مِنۡہُ شَیۡئًا ؕ اَتَاۡخُذُوۡنَہٗ بُہۡتَانًا وَّاِثۡمًا مُّبِیۡنًا ﴿۲۱﴾ وَکَیۡفَ تَاۡخُذُوۡنَہٗ وَقَدۡ اَفۡضٰی بَعۡضُکُمۡ اِلٰی بَعۡضٍ وَّاَخَذۡنَ مِنۡکُمۡ مِّیۡثَاقًا غَلِیۡظًا ﴿۲۲﴾ (النساء: 21-22) اور اگر تم ایک بیوی کو دوسری بیوی کی جگہ تبدیل کرنے کا ارادہ کرو اور تم ان میں سے ایک کو ڈھیروں مال بھی دے چکے ہو تو اس میں سے کچھ واپس نہ لو۔ کیا تم اسے بہتان تراشی کرتے ہوئے اور کھلے کھلے گناہ کا ارتکاب کرتے ہوئے لو گے؟ اور تم کیسے وہ لے لو گے جبکہ تم ایک دوسرے سے مل چکے ہو اور وہ تم سے وفا کا پختہ عہد لے چکی ہے۔

ہمارے ہاں خلع طلاق کے مسائل میں اگر اس حکم پر عمل کی کوشش ہو تو جو جھگڑے قضاء میں لمبا عرصہ چلتے چلے جاتے ہیں، وہ نہ ہوں۔ بعض طلاق دے کر عملاً بہتان تراشی بھی کرتے ہیں۔ یہ تو کھلا کھلا گناہ ہے۔ اگر کوئی حقیقت بھی ہو تب بھی اللہ تعالیٰ پر معاملہ چھوڑنا چاہئے۔ اور اُس کے لئے بھی گواہیوں کی بہت ساری شرائط ہیں۔ دوسری اہم بات کہ شادی ایک معاہدہ ہے۔ مرد اور عورت کے عہد و پیمان ہوتے ہیں۔ خاوند بیوی میں عہد ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ علیحدگی میں جو یہ عہد و پیمان ہیں، بیشک اس کا کوئی ظاہری گواہ نہیں ہے لیکن اس عہد کو پورا کرنا بھی ضروری ہے۔ خدا تعالیٰ تو ہر جگہ موجود ہے۔ پس اگر کسی وجہ سے اس عہد کو، رشتے کو ختم بھی کر رہے ہو تب بھی اُن باتوں کا پاس کرو جو تمہاری علیحدگی میں باتیں ہو چکی ہیں۔ تب بھی جو تحفے تحائف دے چکے ہو اُن کا مطالبہ نہیں کرنا۔ اور سوائے اس کے کہ قاضی بعض کھلی غلطیوں کو لڑکی کی طرف دیکھے اور فیصلہ دے، مرد کو ہر صورت میں مقررہ حق مہر ادا کرنا چاہئے۔ یہ بہانے کہ جی خلع ہے تو حق مہر نہیں دینا، اس کا حق مہر سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس قسم کے بہانے نہیں ہونے چاہئیں۔ اس کی اور بھی تفصیلات ہیں۔ اس وقت میں صرف اس طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ مرد اور عورت کو یہ یاد رکھنا چاہئے کہ شادی ایک معاہدہ ہے جس کو نبھانے کی ہر ممکن کوشش کرنی چاہئے اور اگر کہیں بدقسمتی سے اس معاہدے کو ختم بھی کرنا ہے تو پھر بھی بعض باتوں کا خیال رکھنا چاہئے اور ایک دوسرے کے راز رکھنے چاہئیں۔ یہاں اگر عورت کو برابری کا حق ملا ہے، خدا تعالیٰ نے عورت کے لئے قائم کیا ہے تو عورت کا بھی فرض ہے کہ وہ بھی قولِ سدید سے کام لیتے ہوئے، عدل سے کام لیتے ہوئے اس عہد کو پورا کرنے کے لئے اپنے گھر کی ذمہ داریاں نبھائے اور اگر کوئی ایسی صورت ہو تو بلا وجہ مردوں پر بھی بہتان تراشی نہ کرے۔

(خطبہ جمعہ 9؍ اگست 2013ء بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

تعلق باللہ

(کلام حضرت مسیح موعودؑ)

کبھی نصرت نہیں ملتی درِ مولیٰ سے گندوں کو
کبھی ضائع نہیں کرتا وہ اپنے نیک بندوں کو

وُہی اُس کے مُقرَّب ہیں جو اپنا آپ کھوتے ہیں
نہیں راہ اُس کی عالی بارگہ تک خود پسندوں کو

یہی تدبیر ہے پیارو کہ مانگو اُس سے قربت کو
اُسی کے ہاتھ کو ڈھونڈو جلاؤ سب کمندوں کو

ضمیمہ تریاق القلوب نمبر 5 صفحہ اول مطبوعہ 1902ء

دعا کا تحفہ

میدانِ عرفات میں تضرّع اور ابتہال سے بھری دُعا

حضرت عبد اللہؓ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ حجۃ الوداع کے موقع پر نبی کریمؐ نے عرفات کی شام یہ دُعا کی تھی:

اَللّٰھُمَّ اِنَّكَ تَسۡمَعُ كَلَامِیۡ وَتَرٰی مَكَانِیۡ وَتَعلَمُ سِرِّیۡ وَعَلَانِیَتِیۡ لَا یَخۡفٰی عَلَیۡكَ شَیۡءٌ مِّنۡ اَمۡرِیۡ وَاَنَا الۡبَائِسُ الۡفَقِیۡرُ الۡمُسۡتَغِیۡثُ الۡمُسۡتَجِیۡرُ الۡوَجِلُ الۡمُشۡفِقُ الۡمُقِرُّ الۡمُعۡتَرِفُ بِذَنۡبِہٖ اَسۡاَلُكَ مَسۡئَلَةَ الۡمِسۡكِیۡنِ، وَاَبۡتَھِلُ اِلَیۡكَ اِبۡتِھَالَ الۡمُذۡنِبِ الذَّلِیۡلِ وَاَدۡعُوۡكَ دُعَاءَ الۡخَائِفِ الضَّرِیۡرِ مَنۡ خَضَعَتۡ لَكَ رَقَبَتُہٗ وَفَاضَتۡ لَكَ عَبۡرَتُہٗ وَذَلَّ لَكَ جِسۡمُہٗ وَرَغِمَ لَكَ اَنۡفُہٗ، اَللّٰھُمَّ لَا تَجۡعَلۡنِیۡ بِدُعَائِكَ شَقِیًّا وَّكُنۡ بِیۡ رَؤُوۡفًا رَحِیۡمًا یَا خَیۡرَ الۡمَسۡئُوۡلِیۡنَ وَیَا خَیۡرَ الۡمُعۡطِیۡنَ

(مجمع الزوائد ہیثمی مطبوعہ بیروت جلد 3 صفحہ 252 طبرانی جلد 11 صفحہ 174 بیروت)

ترجمہ:- اے اللہ! تو میری باتوں کو سنتا ہے اور میرے حال کو دیکھتا ہے میری پوشیدہ باتوں اور ظاہر امور سے تو خوب واقف ہے۔ میرے معاملہ میں سے کچھ بھی تو تجھ پر مخفی نہیں ہے۔ میں ایک بدحال فقیر اور محتاج (ہی تو) ہوں، (تیری) مدد اور پناہ کا طالب، انتہائی سہما اور ڈرا ہوا، اپنے گناہوں کا اقراری اور اعتراف کرنے والا۔ میں تجھ سے ایک بے سہارا کی طرح سوال کرتا ہوں (ہاں!) تیرے حضور میں ایک ذلیل گنہگار کی طرح زاری کرتا ہوں۔ ایک اندھے نابینے کی طرح (ٹھوکروں سے) خوف زدہ تجھ سے دعا کرتا ہوں جس کی گردن تیرے آگے جھکی ہوئی ہے اور آنسو تیرے حضور بہہ رہے ہیں۔ اور جسم نے تیرے لیے ذلت اختیار کی ہے اور ناک خاک آلودہ ہے۔ اے اللہ! تو مجھے اپنے حضور دعا کرنے میں بدبخت نہ ٹھہرا دے اور مجھ پر مہربانی کرنے والا اور رحم کرنے والا ہو جا۔ اے سوال (سننے والے) اے بہترین عطا فرمانے والے!

(مناجات رسولؐ از خزینۃ الدعا مرتبہ ایچ ایم طارق صفحہ 92 ایڈیشن 2014ء)

مرسلہ: عائشہ چوہدری۔ جرمنی

خلاصہ خطبہ جمعہ

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 08/ جولائی 2022ء بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد ٹلفورڈ یو کے

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بڑے دُوراندیش، گہری بصیرت کے مالک اور انجام کار پر نگاہ رکھتے تھے۔ جہاں سختی کی ضرورت ہوتی سختی کرتے، جہاں عفوودرگزر کی ضرورت ہوتی عفوودرگزر سے کام لیتے۔ آپؓ قبائل کے بکھرے ہوئے لوگوں کو اسلام کے پرچم تلے جمع کرنے کے حریص اور شوقین تھے، آپؓ کی حکیمانہ سیاست یہ تھی کہ مخالف زعمائے قبائل کو حق کی طرف لَوٹ آنے کے بعد درگزر کر دیا جائے

حضور انور ایدہ اللہ نے تشہد، تعوذ اور سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد زمانۂ حضرت ابوبکر صدیقؓ میں مرتد باغیوں کے خلاف مہمات کے تذکرہ کے تسلسل میں برتفصیل گیارہویں مہم ارشاد فرمایا! آپؓ نے ایک جھنڈا حضرت مُہاجرؓ بن ابو اُمیَّہ کو دیتے ہوئے حکم دیا! وہ اَسود عَنسی کی فوج کا مقابلہ اور ابناء (مقتدر اقلیت یمن ونسل فارسی آباء) کی مدد کریں جن سے قیس بن مکشوح اور دوسرے اہل یمن برسرپیکار تھے نیز ہدایت دی کہ یہاں سے فارغ ہو کر کندہ قبیلہ کے مقابلہ کے لئے حضرموت چلے جانا۔

تعارف حضرت مُہاجرؓ بن ابو اُمیَّہ بن مُغیرہ بن عبداللہ

آپؓ اُمّ المؤمنین حضرت اُمّ سلمہؓ کے بھائی تھے، غزوۂ تبوک سے پیچھے رہ جانے کی ناراضگی رفع ہونے پر رسول اللہؐ نے اِنہیں عامل کندہ مقرر فرمادیا مگر وہ بیمار ہو گئے وہاں نہ جاسکے تو اُنہوں نے زیاد رضی اللہ عنہ کو لکھا! وہ اُن کی خاطر اُن کا کام بھی سرانجام دیں۔ بعد میں جب شفاء پائی تب حضرت ابوبکرؓ نے تقرر امارت کو پورا کرتے ہوئے اُنہیں نجران سے لیکر یمن کی آخری حدود تک حاکم مقرر کیا نیز قتال کا حکم دیا۔

سب سے پہلے یمن میں زمانۂ رسول اللہؐ میں ارتداد شروع ہوا

جس کا بانی اَسود عَنسی کے نام سے مشہور ہونے والا ذوالخمار عبہلہ بن کعب یمنی قبیلہ بنوعنس کا سردار اور بوجہ سیاہ فارم ہونے اَسود کہلاتا تھا۔ اُس نے اپنا لقب رحمٰن الیمن رکھا جس طرح مُسَیلمہ نے رحمٰن الیمامہ، اُس نے یہ بھی کہا کہ اُس پر وحی آتی اور اُسے دشمن کے تمام منصوبوں کا علم قبل از وقت ہو جاتا ہے، وہ شعبدہ باز تھا اور لوگوں کو عجیب وغریب شعبدے دکھاتا۔ بمطابق روایت بخاری آنحضرتؐ کو خواب میں پہلے سے ہی بتا دیا گیا تھا کہ دو جھوٹے مدعیان نبوت (صنعاء والا اَسود عَنسی، یمامہ والا مُسَیلمہ کذّاب) خروج کریں گے۔

رسول اللہؐ نے ایرانی بادشاہ کسریٰ کو دعوت اسلام کا خط لکھا

تو اُس نے غضبناک ہو کر اپنے ماتحت عامل یمن باذان کو حکم دیا کہ وہ اُس شخص (رسول اللہؐ) کا سر لے کر دربار میں پہنچے۔ اُس نے دو آدمی آپؐ کی طرف روانہ کئے مگر آپؐ نے فرمایا! میرے اللہ نے مجھے بتایا ہے کہ تمہارے بادشاہ کو اُس کے بیٹے شیرویہ نے ہلاک کر دیا ہے اور اُس کی جگہ خود بادشاہ بن بیٹھا ہے اور ساتھ ہی باذان کو دعوت اسلام دی اور فرمایا! اگر وہ اسلام قبول کر لے گا تو اُسے بدستور حاکم یمن رکھا جائے گا۔ یہ سُن کر دونوں اشخاص واپس چلے گئے، باذان کو ساری بات بتائی اور اُسی دوران باذان کو یہ خبر بھی مل گئی کہ واقعی ایسا ہوا ہے۔ باذان نے جب اِس بات کو پورا ہوتے ہوئے دیکھ لیا تو اُس نے دعوت اسلام قبول کر لی اور آپؐ نے اُسے حاکم یمن برقرار رکھا۔

باذان کا جب انتقال ہوگیا

تو اُس وقت رسول اللہؐ نے اپنے اُمَراء کو یمن کے مختلف علاقوں پر عامل مقرر فرمایا، یمن کے جنوبی حصہ میں رہنے والے کاہن اَسود نے شعبدہ بازی اور مسجع و مقفّٰی گفتگو کی وجہ سے بہت جلد لوگوں کی توجہ اپنی طرف کھینچ لی نیز نبوت کا دعویٰ بھی کر دیا۔ جس پر سادہ اور جاہل لوگوں کی بہت بڑی تعداد اُس کے گرد اکٹھی ہوگئی، دراصل اُس نے یہ نعرہ بھی لگایا کہ یمن صرف یمنیوں کا ہے تو یمن کے باشندے قومیت کے اِس نعرہ سے بہت متاثر ہوئے۔ حضور انور ایدہ اللہ نے تصریح فرمائی! یہ نعرہ بڑا پرانا ہے، آج بھی یہی استعمال ہوتا ہے اور دنیا میں جو فساد پھیلا ہوا ہے اِسی وجہ سے ہے۔

جب یہ تشویشناک اطلاعات مدینہ پہنچیں

رسول اللہؐ شہدائے غزوۂ موتہ کا انتقام لینے اور شمالی جانب سے حملوں کی روک تھام کے لئے لشکر حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کی تیاریوں میں مشغول تھے، آپؐ نے یمن کے سرداروں کے نام پیغام بھیجا کہ وہ اپنے طور پر اَسود کا مقابلہ جاری رکھیں اور جونہی لشکر اُسامہؓ فتحیاب ہو کر لَوٹے گا تو اُسے یمن کی جانب روانہ کر دیا جائے گا۔

اَسود عَنسی کی فوج اور قبیلہ مذحج میں اُس کا قائمقام

اُس کی فوج میں سات سو گھڑ سوار اور اونٹ سوار اِس کے علاوہ تھے، بعد میں اِس کا اقتدار مضبوط ہوتا گیا۔ قبیلہ مذحج میں اُس کا قائمقام یمن کا مشہور شہ سوار، شاعر اور مقرر اَبو ثور عَمرو بن معدی کرب تھا، دس ہجری میں اُس نے اپنے قبیلہ بنو زَبید کے وفد کے ساتھ بخدمت آنحضرتؐ حاضر ہو کر قبول اسلام کیا، آپؐ کی وفات کے بعد یہ مرتد ہو گیا لیکن بعد میں پھر حق کی طرف رجوع کر لیا اور جنگ قادسیہ میں کارہائے نمایاں انجام دیئے۔

اِس طرح اَسود عَنسی یمن کے تمام علاقہ پر قابض ہو گیا

اَسود عَنسی نے پہلے نجران پر حملہ کر کے حضرت عَمروؓ بن حزم اور حضرت خالدؓ بن سعید کو وہاں سے نکال دیا۔ اِس کے بعد اِس نے صنعاء پر چڑھائی کی، وہاں حضرت شہرؓ بن باذان نے اُس کا مقابلہ کیا لیکن وہ شہید ہو گئے۔ اَسود عَنسی نے شہادت کے بعد آپؓ کی بیوی مرزوبانہ (آزاد) سے زبردستی شادی بھی کر لی تھی۔

اِسی اثناء میں بطرف حضرموت ومسلمانان یمن رسول اللہؐ کا خط پہنچا

جس میں اَسود عَنسی کے ساتھ جنگ کرنے کا حکم دیا گیا تھا لہٰذا اِس مقصد کے لئے حضرت مُعاذؓ بن جبل کھڑے ہوئے اور اُس سے مسلمانوں کے دل مضبوط ہو گئے۔ جِشْنِس (جُشَیش) دیلمی (اُن لوگوں میں سے تھے جنہیں نبی کریمؐ نے اَسود عَنسی کے قتل کے لئے یمن میں خط لکھا تھا اور اُنہوں نے فیرُوز اور داذویہ کے ساتھ مل کر اُسے قتل کیا تھا) کہتے ہیں کہ وَبَرؓ بن یُحَنِّس (ابنائے یمن میں سے دس ہجری میں بخدمت آنحضرتؐ حاضر ہو کر قبول اسلام کرنے والے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کا خط لے کر ہمارے پاس آئے۔ جس میں آپؐ نے حکم دیا تھا! ہم اپنے دین پر قائم رہیں اور لڑائی یا حیلہ سے اَسود کے خلاف جنگی کاروائی کریں نیز آپؐ کے پیغام کو اُن لوگوں کو بھی پہنچائیں جو اِس وقت اسلام پر راسخ اور دین کی حمایت پر آمادہ ہوں۔ ہم نے عمل کیا مگر ہم نے دیکھا اَسود کے خلاف کامیاب ہونا بہت دشوار ہے۔

جِشْنِس دیلمی بیان کرتے ہیں کہ ہمیں ایک بات معلوم ہوئی

اَسود اور عَمرو بن معدی کرب کے بھانجے قیس بن عبد یغوث بن مکشوح (یمن میں مرتد ہونے والوں میں سے تھے لیکن بعد میں اسلام کی طرف لَوٹ آئے، فتح عراق اور جنگ قادسیہ میں اِن کا بہت نمایاں نام آتا ہے، جنگ نہاوند میں شریک اور جنگ صفین میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ہمراہی میں شہید ہوئے) کے درمیان کچھ پرخاش پیدا ہو چکی تھی لہٰذا ہم نے سوچا قیس کو اپنی جان کا خطرہ ہے، ہم نے اِسے دعوت اسلام دی اور پیغام آنحضرتؐ پہنچایا تو اُسے ایسا محسوس ہوا کہ گویا ہم آسمان سے اُترے ہیں اِس لئے اُس نے فورًا ہماری بات مان لی نیز ہم نے دوسرے لوگوں کے ساتھ بھی خط وکتابت کی، مختلف قبائلی سردار بھی اَسود کے مقابلہ کے لئے تیار ہو چکے تھے۔ اِسی طرح رسول اللہؐ نے نجران کے تمام باشندوں کو معاملہ اَسود کے متعلق لکھا تھا، اُنہوں نے آپؐ کی بات مان لی۔ جب یہ اطلاع اَسود تک پہنچی تو اُسے اپنی ہلاکت نظر آنے لگی۔

مرتد باغی اَسود اپنے انجام کو پہنچ گیا

جِشْنِس دیلمی کو ایک ترکیب سوجھی، وہ اَسود کی بیوی آزاد کے پاس گئے نیز اَسود کے ہاتھوں اُس کے پہلے خاوند حضرت شہرؓ بن باذان کی شہادت، اُس کے خاندان کے دیگر افراد کی ہلاکت اور خاندان کو پہنچنے والی ذلت اور مظالم یاد دلائے اور اُسے اَسود کے خلاف اپنی مدد کے لئے کہا تو وہ بڑی خوشی سے تیار ہو گئی۔ آخرکار ایک مکمل منصوبہ بندی اور آزاد کی تائید کے ساتھ اَسود عَنسی کو ایک رات اُس کے محل میں داخل ہو کر قتل کر دیا گیا۔ اِس طرح یہ فتنہ تین ماہ تک اور بمطابق ایک قول چار ماہ کے قریب بھڑک کر ٹھنڈا ہو گیا۔

بعد ازاں صنعاء میں پہلے کی طرح مسلمانوں کی حکومت قائم ہوگئی

لیکن یمن میں ایک دفعہ پھر بغاوت اُٹھی، وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جب چرچا ہوا تو سُدھرتے حالات پھر خراب ہو گئے۔ لائق، اولوالعزم اور قومی عصبیت سے سرشار قیس بن عبدیغوث اب پھر اسلام کی وفاداری سے منحرف ہو گیا۔ یمن میں فارسیوں کا اقتدار اُسے ہمیشہ سے کھٹکتا رہتا تھا، اُس کے خاتمہ کے بعد وہ ابناء کی خوشحالی، اُن کی اجتماعی اور اقتصادی برتری کو خاک میں ملانا چاہتا تھا۔ ایک کامیاب فوجی لیڈر وہ پہلے سے تھا، اُس نے اَسود کے فوجی لیڈروں سے ساز باز کی اور ابناء کو ملک سے نکالنے کا منصوبہ بنا لیا۔ فیرُوز اور داذویہ دونوں سے اِس نے تعلقات خراب کر لئے، داذویہ کو دھوکہ سے قتل کر دیا جبکہ فیرُوز بال بال بچ گیا۔ فیرُوز نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اپنی اور ابناء کی وفاداری سے مطلع کر کے درخواست کی کہ ہماری مدد کی جئے، ہم اسلام کے لئے ہر قربانی کرنے کو تیار ہیں۔

حضرت مُہاجر رضی اللہ عنہ کی بطرف نجران روانگی

حضرت ابوبکرؓ کے تشکیل کردہ گیارہ لشکروں میں سے سب سے آخر میں آپؓ کا لشکر مدینۂ منورہ سے یمن کے لئے روانہ ہوا، راستہ میں مختلف قبائل کے لوگ آپؓ کے لشکر میں شامل نیز یہ کافی بڑا لشکر آگے چلتا گیا۔ خطبۂ ثانیہ سے قبل حضور انور ایدہ اللہ نے عَمرو بن معدی کرب اور قیس بن مکشوح کی گرفتاری، بخدمت حضرت ابوبکر صدیقؓ پیش کئے جانے، اِن سے ہونے والی بازپرس، معافی وآزادی اور اُن کے قبائل کے سپرد کئے جانے نیز مستقبل میں اِن کی رہائی کے نتیجہ میں مرتب ہونے والے دُوررَس اثرات کا تذکرہ فرمایا۔

(قمر احمد ظفر۔ نمائندہ روزنامہ الفضل آن لائن جرمنی)

خطبہ جمعہ

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 17/ جون 2022ء بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد ٹلفورڈ یو کے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم المرتبت خلیفہ رُاشد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بابرکت دَور میں باغی مرتدین کے خلاف ہونے والی مہمات کا تذکرہ

چونکہ نبی خدا تعالیٰ کا نام سن کر ادب کی روح سے بھر جاتا ہے اور اس کی عظمت کا متوالا ہوتا ہے اس (لیے اپنی نو بیاہتا بیوی کے ایک) فقرے پر آپؐ نے فوراً فرمایا کہ تُو نے ایک بڑی ہستی کا واسطہ دیا ہے اور اس کی پناہ مانگی ہے جو بڑا پناہ دینے والا ہے اس لیے مَیں تیری درخواست کو قبول کرتا ہوں چنانچہ آپؐ اسی وقت باہر تشریف لے آئے اور فرمایا کہ اے ابواُسَید! اسے دو چادریں دے دو اور اس کے گھر والوں کے پاس پہنچا دو

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔
أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿۱﴾
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲﴾ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿۳﴾ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ﴿۴﴾ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ﴿۵﴾
اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ﴿۶﴾ صِرَاطَ الَّذِيْنَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ﴿۷﴾

گذشتہ خطبہ میں مَیں نے بیان کیا تھا کہ مرتدین یا منافقین کا قصہ ختم ہوا جو یمامہ کے تعلق میں تھا اور مُسَیلِمہ کذاب اور اس کے ساتھیوں کا جو قصہ تھا وہ گذشتہ خطبہ میں ختم ہوا تھا۔

مرتدین جنہوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں ہتھیار اٹھائے ان کا ابھی ذکر چل رہا ہے۔

جیسا کہ میں نے پہلے بیان کیا تھا کہ کئی مہمات تھیں۔ پہلی مہم جو کافی لمبی تھی وہ تو بیان ہوئی، جو بقیہ دس مہمات ہیں ان میں سے دو اور تین کے ذکر میں یہ آتا ہے کہ حضرت حُذَیفہؓ اور حضرت عَرْفَجہؓ کے ذریعہ سے یہ مہم سر کی گئی جو عُمان کے مرتد باغیوں کے خلاف مہم تھی۔ عُمان بحرین کے قریب یمن کا ایک شہر ہے۔ جو خلیج فارس اور بحیرہ عرب کے درمیان واقع ہے جس میں ان دنوں آج کے متحدہ عرب امارات کے مشرقی علاقے بھی شامل تھے۔ یہاں بت پرست قبیلہ اَزْد اور دیگر قبائل آباد تھے جو مجوسی تھے۔ مسقط، صُحار اور دَبا یہاں کے ساحلی شہر تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ مبارک میں عُمان ایرانیوں کی عمل داری میں شامل تھا اور ان کی طرف سے جَیْفَر نامی شخص عامل مقرر تھا۔ اس علاقے میں مجوسی مذہب پھیلا ہوا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے 8/ ہجری میں حضرت ابوزید انصاریؓ کو تبلیغِ اسلام کی غرض سے اور حضرت عمرو بن عاصؓ کو یہاں کے دو رئیس بھائیوں جَیْفَر بن جُلُنْدی اور عَبّاد بن جُلُنْدی کے نام خط دے کر بھیجا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خط کا مضمون

یہ تھا: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یہ خط محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور اس کے رسول کی طرف سے جَیْفَر اور عَبّاد پسران جُلُنْدی کی طرف ہے۔ سلامتی ہو اس پر جس نے ہدایت کی پیروی کی۔ مَیں تمہیں اسلام لانے کی دعوت دیتا ہوں۔ تم اسلام قبول کر لو، محفوظ رہو گے۔ مَیں اللہ کا رسول ہوں اور ساری دنیا کی طرف بھیجا گیا ہوں تا کہ ہر اس شخص کو ڈراؤں جو زندہ ہے اور کافروں پر اتمامِ حجت کروں۔ اگر تم اسلام لے آؤ گے تو مَیں تمہیں بدستور وہاں کا حاکم رہنے دوں گا اور اگر اسلام قبول کرنے سے انکار کرو گے تو تمہاری ریاست تم سے چھن جائے گی۔

(سیرت حضرت عمرو بن العاصؓ صفحہ 49 مؤلفہ ڈاکٹر حسن ابراہیم حسن، اردو ترجمہ شیخ محمد احمد پانی پتی)
(فتوح البلدان صفحہ ۱۰۳-۱۰۴ موسسة المعارف بیروت ۱۹۸۷ء)
(فرہنگ سیرت صفحہ 209 زوار اکیڈمی پبلی کیشنز کراچی 2003ء)
(اٹلس سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم صفحہ 68 مکتبہ دار السلام الریاض 1424ھ)

بعض روایات کے مطابق کافی دن کی بحث کے بعد ان بھائیوں نے اسلام قبول کیا اور ایک روایت کے مطابق عُمان کے حاکم جَیْفَر نے کہا مجھے اسلام لانے میں تو کوئی عذر نہیں لیکن یہ ڈر ہے کہ اگر مَیں نے یہاں سے زکوٰۃ اکٹھی کر کے مدینہ بھیجی تو میری قوم مجھ سے بگڑ جائے گی۔ اس پر حضرت عمرو بن عاصؓ نے اس کو پیشکش کی کہ اس علاقے سے زکوٰۃ کا جو مال وصول ہو گا وہ اسی علاقے کے غرباء پر خرچ کر دیا جائے گا۔ چنانچہ اس نے اسلام قبول کر لیا۔ حضرت عمروؓ یہاں دو سال تک مقیم رہے اور لوگوں کو تبلیغِ اسلام کرتے رہے۔ آپؓ کی اس کامیاب تبلیغی مساعی سے اس علاقے کے اکثر لوگوں نے اسلام قبول کر لیا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی اور عرب کے چاروں طرف ارتداد اور بغاوت پھیل گئی تو حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عمرو بن عاصؓ کو عُمان سے مدینہ طلب فرما لیا۔ دوسری طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد لَقِیط بن مالک اَزْدی ان میں اٹھا جس کا لقب ذوتاج تھا اور یہ دورِ جاہلیت میں شاہ عُمان جُلُنْدی کے ہم پلہ سمجھا جاتا تھا۔ جُلُنْدی عُمان کے بادشاہوں کا لقب تھا۔ بہرحال اس نے نبوت کا دعویٰ کر دیا اور عُمان کے جاہلوں نے اس کی پیروی کی، یہ عُمان پر قابض ہو گیا اور جَیْفَر اور اس کے بھائی عَبّاد کو پہاڑوں میں پناہ لینی پڑی اور جَیْفَر نے حضرت ابوبکرؓ کو اس ساری صورتِ حال سے باخبر کیا اور مدد طلب کی۔ حضرت ابوبکرؓ نے ان کے پاس دو امیر بھیجے، ایک حُذَیفہ بن مِحْصَن غَلْفانی حِمْیَری کو عُمان کی طرف اور دوسرے عَرْفَجہ بن ہَرْثَمہ بارقی اَزْدیؓ کو مَہْرَہ کی طرف اور حکم دیا کہ وہ دونوں ساتھ ساتھ سفر کریں اور جنگ کا آغاز عُمان سے کریں۔ مَہْرَہ یمن کے ایک قبیلے کا نام تھا اور حکم دیا کہ جب عُمان میں جنگ ہو تو حُذَیفہؓ قائد ہوں گے اور جب مَہْرَہ میں جنگ ہو تو حُذَیفہؓ سپہ سالاری کے فرائض سرانجام دیں گے۔

حضرت حُذَیفہؓ اور حضرت عَرْفَجہؓ کا تعارف

یہ ہے۔ تاریخِ طبری میں حضرت حُذَیفہؓ کا نام حُذَیفہ بن مِحْصَن غَلْفانیؓ بیان ہوا ہے جبکہ صحابہ کے حالات پر مشتمل کتاب میں ان کا نام حُذَیفہ قَلْعانیؓ بیان ہوا ہے۔ آپ حضرت ابوبکرؓ کی وفات تک عُمان کے والی رہے۔

صحابہ کے حالات پر مشتمل کتب میں حضرت عَرْفَجہؓ کا مکمل نام عَرْفَجہ بن خُزَیمہؓ بیان ہوا ہے۔ علامہ ابن اثیر کے نزدیک ان کے والد کا نام ہَرْثَمہ تھا۔ یہ دشمن کے خلاف جنگی چالوں کے لیے مشہور تھے۔

حضرت ابوبکرؓ نے ان دونوں کی مدد کے لیے حضرت عِکْرِمہؓ بن ابوجہل کو روانہ کیا۔ اس سے پہلے جنگِ یمامہ کی تفصیلات میں مُسَیلِمہ کذاب کے ذکر میں یہ بیان ہو چکا ہے کہ جب حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عِکْرِمہؓ کو فتنہ ارتداد اور بغاوت کا مقابلہ کرنے کے لیے بھیجا اور شُرَحْبِیل بن حسنہ کو ان کی مدد کے لیے روانہ کیا تو عِکْرِمہ کو حکم دیا تھا کہ وہ شُرَحْبِیل کے آنے سے پہلے حملہ نہیں کریں گے لیکن انہوں نے اس کا انتظار کیے بغیر حملہ کر دیا جس کے نتیجہ میں انہیں شکست کھانا پڑی جس پر حضرت ابوبکرؓ ان سے ناراض ہوئے اور انہیں عُمان کی طرف جانے کا حکم دیا۔ حضرت ابوبکرؓ کے حکم کے مطابق عِکْرِمہ اپنی فوج کے ساتھ عُمان کی طرف عَرْفَجہؓ اور حُذَیفہؓ کے پیچھے پیچھے روانہ ہوئے اور قبل اس کے کہ وہ دونوں عُمان پہنچتے عِکْرِمہ عُمان کے قریب ایک مقام رجام میں ان دونوں سے جا ملے اور انہوں نے جَیْفَر اور اس کے بھائی عَبّاد کے پاس اپنا پیغام بھیج دیا۔ تاریخ کی بعض کتب جیسے کامل ابن اثیر میں اس کا نام عِیاذ بیان کیا جاتا ہے۔ رِجام عُمان میں ایک طویل پہاڑی سلسلہ ہے۔

بہرحال مسلمان لشکر کے سرداروں کے پیغام ملنے کے بعد جَیْفَر اور عَبّاد اپنی اپنی قیام گاہوں سے نکلے جو پہلے چھپ گئے تھے۔ اس مرتد کے نبی کے اعلان ہونے کے بعد جس نے اپنی فوج بنا لی تھی اس کی طاقت زیادہ ہو گئی تھی تو بہرحال یہ اپنی قیام گاہوں سے نکلے اور انہوں نے صُحار میں آ کر پڑاؤ کیا اور حُذَیفہؓ،

عَرۡفَجہؓ اور عِکۡرِمَہؓ کو کہلا بھیجا کہ آپ سب ہمارے پاس آ جائیں۔ صُحار بھی عُمان میں پہاڑوں سے متصل ایک قصبہ ہے۔ اس کے بارے میں آتا ہے کہ عُمان کا ایک بازار جو رجب کے شروع میں پانچ راتوں تک یہاں لگتا تھا۔ چنانچہ

مسلمانوں کا لشکر صُحار میں جمع ہو گیا اور متصلہ علاقوں کو مرتدین سے پاک کر دیا۔

ادھر لَقِیط بن مالک کو اسلامی لشکر کے پہنچنے کی خبر ملی تو وہ اپنی فوج لے کر مقابلے کے لیے نکلا اور دبا کے مقام پر فروکش ہوا۔ اس نے عورتوں بچوں اور مال و متاع کو اپنے پیچھے رکھا تا کہ اس سے جنگ میں تقویت ملے۔ دَبا بھی اس علاقے کا شہر تھا اور تجارتی منڈی تھی۔ مسلمان امراء نے لَقِیط کے ساتھی سرداروں کو خطوط لکھے اور اس کی ابتدا انہوں نے قبیلہ بنو جُدید کے رئیس سے کی۔ ان کے جواب میں ان سرداروں نے بھی مسلمان امراء کو خطوط لکھے۔ اس مراسلت کا نتیجہ یہ ہوا کہ یہ سب سردار لَقِیط سے علیحدہ ہو گئے۔

(اسد الغابۃ جلد ۴ صفحہ ۲۱-۲۲ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲۰۰۸ء)
(المفصل فی تاریخ العرب قبل الاسلام، الفصل السادس والاربعون: انساب القبائل، جلد ۴ صفحہ ۳۲۹، مکتبہ جریر ۲۰۰۶ء)
(تاریخ الطبری جلد ۲ صفحہ ۲۹۱-۲۹۲ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲۰۱۲ء)
(سیدنا ابوبکر صدیق شخصیت اور کارنامے از صلابی صفحہ 338 الفرقان ٹرسٹ خان گڑھ)
(معجم البلدان جلد ۵ صفحہ ۲۷۰، جلد ۳ صفحہ ۳۱ دار الکتب العلمیۃ بیروت)
(فرہنگ سیرت صفحہ 170 زوار اکیڈمی کراچی)

اور مسلمانوں کے ساتھ آ ملے۔ اسی جگہ یعنی

دَبا کے مقام پر لَقِیط کی فوج کے ساتھ پھر گھمسان کی جنگ ہوئی۔

ابتدا میں لَقِیط کا پلہ بھاری رہا اور قریب تھا کہ مسلمانوں کو شکست ہو جاتی لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے لطف و کرم سے احسان فرمایا اور اس نازک گھڑی میں مدد نازل فرمائی۔ بحرین کے مختلف قبائل اور بنو عبد القَیس کی طرف سے بھاری کمک پہنچ گئی جس سے ان کی قوت اور طاقت میں اضافہ ہو گیا اور انہوں نے آگے بڑھ کر لَقِیط کی فوج پر شدید حملہ کر دیا جس سے لَقِیط کی فوج کے پاؤں اکھڑ گئے اور وہ بھاگ کھڑے ہوئے۔ مسلمانوں نے ان کا پیچھا کیا اور دس ہزار مقاتلین کو تہ تیغ کیا اور بچوں اور عورتوں کو قید کر لیا۔ مال و بازار پر قبضہ کر لیا اور اس کا خُمس عَرۡفَجہؓ کے ہاتھ حضرت ابوبکرؓ کی خدمت میں روانہ کر دیا۔ اس طرح عُمان میں بھی اس فتنہ کا خاتمہ ہو گیا اور مسلمانوں کی حکومت پائیدار بنیادوں پر قائم ہو گئی۔ جنگ کے بعد حُذَیفہؓ نے عُمان ہی میں سکونت اختیار کر لی اور یہاں کے حالات کی درستی اور امن و امان قائم کرنے میں مصروف ہو گئے۔ عَرۡفَجہؓ تو جیسا کہ ذکر ہوا مالِ غنیمت لے کر مدینہ چلے گئے اور حضرت عِکۡرِمَہؓ اپنے لشکر لے کر مَہۡرَہ کی بغاوت کا سدباب کرنے کے لیے روانہ ہو گئے۔

(سیدنا ابوبکر صدیقؓ شخصیت و کارنامے از ڈاکٹر علی محمد صلابی مترجم صفحہ 338-339 مکتبہ الفرقان مظفر گڑھ پاکستان)
(حضرت ابوبکر صدیقؓ از محمد حسین ہیکل مترجمہ شیخ احمد پانی پتی، صفحہ 244-245)

حضرت عِکۡرِمَہؓ کی مرتد باغیوں کے خلاف مہمات

کے بارے میں آتا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے ایک جھنڈا حضرت عِکۡرِمَہؓ کو دیا تھا اور ان کو مُسَیۡلِمہ کے مقابلہ کا حکم دیا تھا۔

(تاریخ الطبری جلد ۲ صفحہ ۲۵۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ)

حضرت ابوبکرؓ نے عِکۡرِمَہ کو

مُسَیۡلِمہ کے مقابلے کے لیے یمامہ کی طرف روانہ

کیا اور ان کے پیچھے حضرت شُرَحۡبِیل بن حسنہؓ کو بھی یمامہ بھیجا تھا۔ حضرت ابوبکرؓ نے ان دونوں کے لیے یمامہ کا نام لیا البتہ عِکۡرِمَہؓ سے فرمایا کہ جب تک شُرَحۡبِیل نہ پہنچ جائیں حملہ نہیں کرنا لیکن عِکۡرِمَہ نے جلدی کی جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے اور شُرَحۡبِیل کے آنے سے پہلے آگے بڑھ کر حملہ کر دیا اور مُسَیۡلِمہ نے ان کو پیچھے دھکیل دیا۔ شکست کھا کر وہ پیچھے ہٹ گئے۔ حضرت شُرَحۡبِیل بن حسنہؓ کو جب واقعہ کی اطلاع ملی تو وہ جہاں تھے وہیں ٹھہر گئے۔ حضرت ابوبکرؓ نے شُرَحۡبِیل کو لکھا کہ تم یمامہ کے قریب ہی مقیم رہو یہاں تک کہ تمہیں میرا دوسرا حکم موصول ہو۔

(تاریخ الطبری جلد ۲ صفحہ ۲۹۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ لبنان ۲۰۱۲ء)

اور حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عِکۡرِمَہؓ کو یہ لکھا کہ مَیں اب تمہاری شکل نہیں دیکھوں گا، پہلے بھی بیان ہو چکا ہے، اور نہ ہی تمہاری کوئی بات سنوں گا مگر بعد اس کے کہ تم کوئی کارہائے نمایاں سرانجام دو۔ کوئی غیر معمولی کام کر کے دکھاؤ پھر ٹھیک ہے، پھر میرے پاس آنا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ

تم عُمان جاؤ اور اہلِ عُمان سے لڑو اور حُذَیفہؓ اور عَرۡفَجہؓ کی مدد کرو۔

بہرحال عُمان جیسا کہ بیان ہو چکا ہے کہ خلیج فارس کا حصہ تھا جس میں ان دنوں آج کے متحدہ عرب امارات کے مشرقی علاقے بھی شامل تھے۔ یہاں بت پرست قبیلہ ازد اور دیگر قبائل آباد تھے جو مجوسی تھے۔ مسقط، صُحار اور دبا یہاں کے ساحلی شہر تھے۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ تم میں ہر ایک شخص اپنے گھڑ سواروں کا سردار رہے گا البتہ جب تک تم لوگ حُذَیفہؓ کے زیرِ نگرانی علاقے میں رہو گے وہ تم سب کے امیر ہوں گے۔ جب تم لوگ فارغ ہو جاؤ تو پھر مَہۡرَہ چلے جانا، پھر وہاں سے یمن چلے جانا یہاں تک کہ یمن اور حضر مَوت کی کارروائیوں میں مہاجر بن ابواُمَیَّہ کے ساتھ رہنا اور عُمان اور یمن کے درمیان جن لوگوں نے ارتداد اختیار کیا ہے ان کی سرکوبی کرنا اور مجھے جنگ میں تمہارے کارہائے نمایاں کی خبر پہنچتی رہے۔

(تاریخ الطبری جلد ۲ صفحہ ۲۹۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ لبنان ۲۰۱۲ء)
(اٹلس سیرت نبوی ﷺ صفحہ 68 مکتبہ دار السلام الریاض 1424ھ)

یہ حضرت ابوبکرؓ نے ارشاد فرمایا۔ بہرحال عِکۡرِمَہ کی روانگی سے قبل حضرت ابوبکرؓ کی ہدایت کے مطابق حُذَیفہ بن مِحۡصَن غَلۡفانیؓ عُمان اور عَرۡفَجہ بارقیؓ مَہۡرَہ کے مرتدین سے لڑنے کے لیے روانہ ہو چکے تھے۔ حضرت ابوبکرؓ کے حکم کے مطابق عِکۡرِمَہ اپنی فوج کے ساتھ عَرۡفَجہؓ اور حُذَیفہؓ کے پیچھے پیچھے روانہ ہوئے اور قبل اس کے کہ وہ دونوں عُمان پہنچتے عِکۡرِمَہ ان سے جا ملے۔ اس سے قبل حضرت ابوبکرؓ نے ان دونوں کو یہ تاکیدی حکم دے دیا تھا کہ عُمان سے فارغ ہونے کے بعد وہ عِکۡرِمَہ کی رائے پر عمل کریں چاہے وہ ان کو اپنے ساتھ لے لیں یا عُمان میں ٹھہرنے کا حکم دیں۔ بہرحال پھر جیسا کہ ذکر ہو چکا ہے جب یہ تینوں امیر عُمان کے قریب ایک مقام رجام میں باہم جا ملے تو انہوں نے جَیۡفَر اور عَبَّاد کے پاس اپنے پیامبر بھیجے اور دوسری طرف جب لَقِیط کو ان کی فوج کی آنے کی خبر ہوئی تو اس نے اپنی جماعتوں کو اکٹھا کیا اور دَبا میں آ کر پڑاؤ ڈالا۔ جَیۡفَر اور عَبَّاد بھی اپنی اپنی قیام گاہوں سے نکلے۔ انہوں نے صُحار میں آ کر پڑاؤ کیا۔ حُذَیفہؓ، عَرۡفَجہؓ اور عِکۡرِمَہ کو کہلا بھیجا کہ آپ سب ہمارے پاس آ جائیں۔ چنانچہ جیسا کہ ذکر ہوا ہے وہ سب ان دونوں کے پاس صُحار میں جمع ہو گئے اور اپنے متصلہ علاقے کو مرتدین سے پاک کر دیا یہاں تک کہ اپنے قرب و جوار میں سب لوگوں سے صلح ہو گئی۔ نیز ان امراء نے لَقِیط کے ساتھی سرداروں کو خطوط لکھے۔ انہوں نے بنو جُدَید کے رئیس سے ابتدا کی۔ اس کے جواب میں سرداروں نے بھی مسلمانوں کو خطوط لکھے۔ جیسا کہ ذکر ہوا ہے اس کے نتیجہ میں سردار لَقِیط سے علیحدہ ہو گئے۔ اس کے بعد لَقِیط کے لشکر کے ساتھ مسلمانوں کی شدید لڑائی ہوئی اور اس کی تفصیل پہلے آ چکی ہے۔ اس معرکے کے بعد عِکۡرِمَہؓ اور حُذَیفہؓ اس رائے پر متفق ہوئے کہ حُذَیفہؓ عُمان میں ہی قیام کریں اور معاملات کو سلجھائیں اور لوگوں کو امن دلائیں اور حضرت عِکۡرِمَہؓ مسلمانوں کی بڑی فوج کے ساتھ دوسرے مشرکین کی سرکوبی کے لیے آگے بڑھ گئے۔ انہوں نے مَہۡرَہ سے اپنی جنگی کارروائی کی ابتدا کی۔

(تاریخ الطبری جلد ۲ صفحہ ۲۹۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ لبنان ۲۰۱۲ء)

حضرت عِکۡرِمَہؓ کی مَہۡرَہ قبیلہ کی طرف پیش قدمی

کے بارہ میں آتا ہے کہ عُمان کے مرتدین کی سرکوبی سے فارغ ہونے کے بعد عِکۡرِمَہ اپنے لشکر کے ہمراہ نجد کے علاقے مَہۡرَہ قبیلہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ لکھا ہے کہ انہوں نے اہلِ عُمان اور عُمان کے ارد گرد کے لوگوں سے اپنی اس مہم کے لیے مدد طلب کی۔ وہ چلتے رہے یہاں تک کہ مَہۡرَہ قبیلے کے علاقے میں پہنچ گئے۔ ان کے ساتھ مختلف قبائل کے لوگ تھے یہاں تک کہ عِکۡرِمَہ نے مَہۡرَہ قبیلے اور اس کے مضافاتی علاقوں پر چڑھائی کر دی۔ ان کے مقابلہ کے لیے مَہۡرَہ کے لوگ دو گروہوں میں تقسیم تھے۔ ایک گروہ بمقام جَیروت میں ایک شخص شِخۡرِیت کی سرکردگی میں مورچہ زن تھا۔ دوسرا گروہ نجد میں بنو مُحارب کے ایک شخص مُصَبَّح کی سرکردگی میں تھا۔ دراصل تمام مَہۡرَہ اسی لشکر کے سردار کے تابع تھا سوائے شِخۡرِیت اور اس کی جمعیت کے۔ یہ دونوں سردار ایک دوسرے کے مخالف تھے اور ایک دوسرے کو اپنی طرف بلاتے تھے اور ان دونوں فوجوں میں سے ہر ایک یہ چاہتا تھا کہ ان کے سردار کو ہی کامیابی حاصل ہو۔ یہی وہ بات تھی جس

کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی مدد کی اور ان کو ان کے دشمنوں کے خلاف مضبوط کیا اور دشمنوں کو کمزور کر دیا۔ جب عِکرمہؓ نے شِخْرِیت کے ہمراہ تھوڑی تعداد میں لوگ دیکھے تو انہوں نے اسے اسلام کی طرف رجوع کرنے کی دعوت دی۔ یہ پہلے مسلمان تھا۔ اسے کہا کہ دوبارہ مسلمان ہو جاؤ اور اب مسلمانوں سے جنگ نہ کرو۔ چنانچہ اس ابتدائی تحریک پر ہی شِخْرِیت نے ان کی دعوت کو قبول کر لیا اور اس طرح اللہ نے مُصَبَّح کو کمزور کر دیا۔ پھر عِکرمہؓ نے مُصَبَّح کی طرف پیغامبر بھیجا اور اسے اسلام کی طرف واپس آنے اور کفر سے لوٹنے کی دعوت دی مگر اس کے ساتھ لوگوں کی جو کثیر تعداد تھی اس کثرت نے اس کو دھوکا دیا۔ شِخْرِیت کے اسلام لانے کی وجہ سے مُصَبَّح اور شِخْرِیت میں دوری مزید بڑھ گئی۔ بہرحال عِکرمہؓ نے اس کی طرف پیش قدمی کی اور شِخْرِیت بھی آپؓ کے ساتھ تھا۔ ان دونوں کا نجد میں مُصَبَّح کے ساتھ مقابلہ ہوا اور انہوں نے یہاں دَبا سے بھی زیادہ شدید جنگ کی۔

اللہ نے مرتد باغیوں کے لشکر کو شکست دی اور ان کا سردار مارا گیا۔

مسلمانوں نے بھاگنے والوں کا تعاقب کیا اور ان میں سے بہت سی تعداد کو قتل کیا اور بکثرت قیدی بنائے گئے اور مالِ غنیمت میں دو ہزار کی تعداد میں عمدہ نسل کی اونٹنیاں بھی مسلمانوں کے ہاتھ آئیں۔ حضرت عِکرمہؓ نے مالِ غنیمت کو پانچ حصوں میں تقسیم کیا اور شِخْرِیت کو خُمس کے ساتھ حضرت ابوبکرؓ کی طرف روانہ کر دیا۔ باقی چار حصے انہوں نے مسلمانوں میں تقسیم کر دیے۔ اس طرح عِکرمہؓ کا لشکر سواریوں اور مال و متاع اور ساز و سامان کی وجہ سے مزید طاقتور ہو گیا۔ حضرت عِکرمہؓ نے وہیں قیام کر کے اس علاقے کے تمام لوگوں کو جمع کیا اور ان سب نے اسلام قبول کر لیا۔ حضرت عِکرمہؓ نے اس فتح کی خوشخبری سائب نامی ایک شخص کے ذریعہ حضرت ابوبکرؓ کی خدمت میں پہنچائی۔

(تاریخ الطبری جلد ۲ صفحہ ۲۹۲-۲۹۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ لبنان ۲۰۱۲ء)

پھر

حضرت عِکرمہؓ کی یمن کی طرف پیش قدمی کا ذکر

ہے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنے خط میں جس کا تذکرہ پہلے ہو چکا ہے حضرت عِکرمہؓ کو ہدایت دی تھی کہ مَہْرَہ کے بعد یمن چلے جانا اور یمن اور حَضْرَموت کی کارروائیوں میں حضرت مہاجر بن ابو امیہ کے ساتھ رہنا اور عُمان اور یمن کے درمیان جن لوگوں نے ارتداد اختیار کیا ہے ان کی سرکوبی کرنا۔

(تاریخ الطبری جلد ۲ صفحہ ۲۹۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ لبنان ۲۰۱۲ء)

چنانچہ حضرت عِکرمہؓ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے اِس ارشاد کی تکمیل میں مَہْرَہ سے نکل کر یمن کی طرف پیش قدمی کی یہاں تک کہ اَبْیَن جا پہنچے۔ اَبْیَن بھی یمن کی ایک بستی ہے۔ ان کے ساتھ ایک بہت بڑا لشکر تھا جس میں قبیلہ مَہْرَہ اور دوسرے قبائل کے بہت سے لوگ شامل تھے۔ حضرت عِکرمہؓ نے اپنا مکمل قیام جنوبی یمن میں ہی رکھا اور وہاں نَخَعْ اور حِمْیَرْ کے قبائل کی سرکوبی میں مشغول رہے اور شمالی یمن کی طرف بڑھنے کی نوبت ہی نہ آئی۔

حضرت عِکرمہؓ نے قبیلہ نَخَعْ کے مفرور لوگوں کو پکڑ لینے کے بعد اس قبیلے کے لوگوں کو جمع کیا اور ان سے پوچھا کہ تم لوگوں کی اسلام کے بارے میں کیا رائے ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ جاہلیت کے زمانے میں بھی ہم اہلِ مذہب تھے، مذہب سے ہمیں لگاؤ تھا، ہم عرب ایک دوسرے پر چڑھائی نہیں کرتے تھے تو ہمارا اس وقت کیا حال ہو گا جب ہم اس دین میں داخل ہو جائیں جس کی فضیلت سے ہم واقف ہو چکے ہیں اور اس کی محبت ہمارے دلوں میں داخل ہو چکی ہے، یعنی اسلام کی محبت ہمارے دلوں میں اب داخل ہو چکی ہے۔ حضرت عِکرمہؓ نے جب ان کے بارے میں تحقیقات کیں کہ دل سے یہ کہہ رہے ہیں یا صرف جان بچانے کے لیے تو معلوم ہوا کہ معاملہ ویسا ہی ہے جیسا کہ انہوں نے بیان کیا تھا۔ وہ حقیقت میں صحیح بیان دے رہے تھے۔ ان کے عوام بدستور اسلام پر ثابت قدم رہے البتہ ان کے خواص میں سے جو مرتد ہو گئے تھے وہ بھاگ گئے۔ اس طرح

حضرت عِکرمہؓ نے نَخَعْ اور حِمْیَرْ قبائل کو ارتداد کے الزام سے بری قرار دیا اور وہ ان کو جمع کرنے کے لیے وہیں مقیم رہے۔

(تاریخ الطبری جلد ۲ صفحہ ۲۹۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ لبنان ۲۰۱۲ء)
(حضرت سیدنا ابوبکر صدیقؓ از محمد حسین ہیکل مترجم صفحہ 233 مطبوعہ بک کارنر شو روم جہلم)
(معجم البلدان جلد ا صفحہ ۱۰۹)

اَبْیَن میں حضرت عِکرمہؓ کی اقامت سے اَسْوَد عَنْسِی کی باقی ماندہ جماعت پر گہرا اثر پڑا جس کی قیادت قَیس بن مَکْشوح اور عمرو بن معدی کَرِبْ کر رہے تھے۔ صنعاء سے بھاگنے کے بعد قَیس صنعاء کے مابین چکر کاٹ رہا تھا اور عمرو بن معدی کَرِبْ، اَسْوَد عَنْسِی کی لَحْج میں موجود پارٹی میں شامل ہوا تھا لیکن جب حضرت عِکرمہؓ اَبْیَن پہنچے تو دونوں یعنی قَیس اور عمرو بن معدی کَرِب آپ سے قتال کے لیے اکٹھے ہو گئے، جنگ کے لیے تیار ہو گئے، لیکن جلد ہی دونوں میں اختلاف ہوا اور ایک دوسرے سے جدا ہو گئے۔ اس طرح حضرت عِکرمہؓ کے مشرق کی طرف سے آنے نے لَحْج میں موجود مرتدین کی جماعتوں کے خاتمہ میں اہم کردار ادا کیا۔

(سیدنا ابوبکر صدیقؓ شخصیت اور کارنامے از صلابی مترجم صفحہ 304 مکتبہ الفرقان مظفر گڑھ)

یمن کے ساتھ ہی

کِنْدَہ قبیلہ

آباد تھا جو حَضْرَموت کے علاقے میں تھا۔ اس علاقے کے عامل حضرت زیاد بن لَبیدؓ تھے۔ انہوں نے زکوۃ کے بارے میں سختی کی تو ان کے خلاف بغاوت برپا ہو گئی۔ چنانچہ حضرت عِکرمہؓ اور حضرت مہاجر بن ابو امیہؓ دونوں ان کی مدد کے لیے پہنچے۔ اس کی تفصیل جو ہے وہ حضرت مہاجر بن امیہؓ کے ضمن میں بیان ہو جائے گی۔ بہرحال جب حضرت عِکرمہؓ نے مرتدین سے مہمات کے بعد مدینہ لَوٹنے کی تیاری شروع کر دی تو ان کے ہمراہ نعمان بن جَون کی بیٹی بھی تھی جس سے انہوں نے میدانِ جنگ میں شادی کر لی تھی۔ اگرچہ انہیں علم تھا کہ اس سے پہلے اُمِّ تمیم اور مَجّاعہ کی بیٹی سے شادی کر لینے کے باعث حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت خالد بن ولیدؓ پر سخت ناراض ہوئے تھے، اس کا پہلے تفصیلی ذکر گذشتہ خطبہ میں ہو چکا ہے۔ لیکن انہوں نے یعنی حضرت عِکرمہؓ نے اس کے باوجود اس سے شادی کر لی۔ اس پر حضرت عِکرمہؓ کی فوج کے کئی افراد نے ان سے علیحدگی اختیار کر لی۔ یہ معاملہ حضرت مہاجرؓ کے سامنے پیش کیا گیا مگر وہ بھی کوئی فیصلہ نہ کر سکے اور یہ تمام حالات حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خدمت میں لکھ کر ان سے رائے دریافت کی۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تحریر فرمایا کہ عِکرمہ نے شادی کر کے کوئی نامناسب کام نہیں کیا۔

بعض لوگ جو ناراض تھے ان کی بہرحال تسلی ہو گئی۔ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ کچھ لوگ جو حضرت عِکرمہؓ سے ناراض ہوئے تھے ان کی ناراضگی کا پس منظر یہ تھا کہ نعمان بن جَون نے ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر درخواست کی تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی بیٹی کو اپنے عقدِ زوجیت میں قبول فرما لیں لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکار فرما دیا اور اس کی بیٹی کو اس کے والد کے ساتھ ہی واپس روانہ کر دیا۔ چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس لڑکی کو رد کر چکے تھے اس لیے حضرت عِکرمہؓ کی فوج کے ایک حصہ کا خیال تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ پر عمل کرتے ہوئے حضرت عِکرمہؓ کو بھی اس لڑکی سے شادی نہیں کرنی چاہیے تھی لیکن حضرت ابوبکر صدیقؓ نے یہ دلیل تسلیم نہیں کی۔ انہوں نے کہا یہ بالکل غلط ہے اور

حضرت عِکرمہؓ کی شادی کو جائز قرار دیا۔

حضرت عِکرمہؓ اپنی بیوی کے ہمراہ مدینہ واپس آ گئے اور لشکر کا وہ حصہ بھی جو ان سے خفا ہو کر علیحدہ ہو گیا تھا وہ دوبارہ ان سے آ ملا۔

(حضرت سیدنا ابوبکر صدیقؓ از محمد حسین ہیکل مترجم صفحہ 242،243 شرکت پرنٹنگ پریس لاہور)

اسماء بنت نعمان بن جَون، جس لڑکی کا ذکر ہے اس کا مختصر تعارف

یہ ہے۔ حضرت عِکرمہؓ نے جس خاتون سے شادی کی تھی بخاری اور دیگر کتبِ احادیث میں اس کی بابت روایات مذکور ہیں۔ اس خاتون کا نکاح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوا تھا تاہم رخصتی سے قبل ہی اس سے ایسی حرکت سرزد ہوئی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خاتون کو واپس اس کے قبیلے میں بھجوا دیا۔ ان کے نام سمیت واقعات میں بہت اختلاف بھی ہیں۔ بعض نے ان کی شادی حضرت مہاجر بن ابی امیہ سے بھی بیان کی ہے۔ بہرحال اس واقعہ کی تفصیلات کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا ہے

کہ جب عرب فتح ہوا اور اسلام پھیلنے لگا تو کِنْدَہ قبیلہ کی ایک عورت جس کا نام اسما یا اُمَیمہ تھا اور وہ جَوْنیہ یا بنت الجَوْن بھی کہلاتی تھی۔ اس کا بھائی لقمان رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنی قوم کی طرف سے بطور وفد حاضر ہوا اور اس موقع پر اس نے یہ بھی خواہش کی کہ اپنی ہمشیرہ کی شادی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کر دے اور بالمشافہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست بھی کر دی کہ میری ہمشیرہ جو پہلے ایک رشتہ دار سے بیاہی ہوئی تھی اب بیوہ ہے، نہایت خوبصورت اور لائق ہے، آپ اس سے شادی کر لیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو چونکہ قبائلِ عرب کا اتحاد منظور تھا آپؐ نے اس کی یہ دعوت منظور کر لی اور فرمایا ساڑھے بارہ اوقیہ چاندی پر نکاح پڑھ دیا جائے۔ اس نے کہا یا رسول اللہؐ! ہم معزز لوگ ہیں مہر تھوڑا ہے۔

آپؐ نے فرمایا اس سے زیادہ مَیں نے اپنی کسی بیوی یا لڑکی کا مہر نہیں باندھا۔

جب اس نے رضامندی کا اظہار کر دیا تو نکاح پڑھا گیا اور اس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ کسی آدمی کو بھیج کر اپنی بیوی منگوا لیجیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابواُسَید کو اس کام پر مقرر کیا۔ وہ وہاں تشریف لے گئے۔ جَوْنیہ نے ان کو اپنے گھر بلایا تو حضرت ابو اُسَیدؓ نے کہا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں پر حجاب نازل ہو چکا ہے۔ اس پر اس نے دوسری ہدایات دریافت کیں جو آپؓ نے بتا دیں اور اونٹ پر بٹھا کر مدینہ لے آئے اور ایک مکان میں جس کے گرد کھجوروں کے درخت بھی تھے لا کر اتارا۔ اس کے ساتھ اس کی دایہ بھی اس کے رشتہ داروں نے روانہ کی تھی۔ حضرت مصلح موعودؓ لکھتے ہیں کہ جس طرح ہمارے ملک میں بھی امیر لوگ جو ہیں ایک بے تکلف نوکر ساتھ کر دیتے ہیں تا کہ اسے یعنی لڑکی کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہو۔ چونکہ یہ عورت حسین مشہور تھی اور یوں بھی عورتوں کو دلہن دیکھنے کا شوق ہوتا ہے، مدینہ کی عورتیں اس کو دیکھنے گئیں اور اس عورت کے بیان کے مطابق کسی عورت نے اس کو سکھا دیا کہ رعب پہلے دن ہی ڈالا جاتا ہے۔ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تیرے پاس آئیں تو کہہ دینا کہ مَیں آپ سے اللہ کی پناہ مانگتی ہوں، اس پر وہ تیرے زیادہ گرویدہ ہو جائیں گے۔ حضرت مصلح موعودؓ لکھتے ہیں کہ اگر یہ بات اس عورت کی بنائی ہوئی نہیں ہے یعنی جس کی شادی تھی تو کچھ تعجب نہیں کہ اس طرح کا فقرہ کہلوانا

کسی منافق نے اپنی بیوی یا اَور کسی رشتہ دار کے ذریعہ یہ شرارت کی ہو،

غرض جب اس کی آمد کی اطلاع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ملی تو آپؐ اس گھر کی طرف تشریف لے گئے جو اس کے لیے مقرر کیا گیا تھا۔ احادیث میں لکھا ہے کہ، اس کا ترجمہ یہ ہے کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس تشریف لائے تو آپؐ نے اس سے فرمایا کہ تُو اپنا نفس مجھے ہبہ کر دے۔ اس نے جواب دیا کہ کیا ملکہ بھی اپنے آپ کو عام آدمیوں کے سپرد کیا کرتی ہے؟ نعوذ باللہ اپنے آپ کو بڑا اظاہر کیا۔ ابو اُسَیدؓ کہتے ہیں کہ اس پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خیال سے کہ اجنبیت کی وجہ سے گھبرا رہی ہے اسے تسلی دینے کے لیے اس پر اپنا ہاتھ رکھا۔ آپؐ نے اپنا ہاتھ ابھی رکھا ہی تھا کہ اس نے یہ نہایت ہی گندا اور نامعقول فقرہ کہہ دیا کہ مَیں تجھ سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتی ہوں۔ چونکہ نبی خدا تعالیٰ کا نام سن کر ادب کی روح سے بھر جاتا ہے اور اس کی عظمت کا متوالا ہوتا ہے۔ اس کے اس فقرے پر آپؐ نے فوراً فرمایا کہ تُو نے ایک بڑی ہستی کا واسطہ دیا ہے اور اس کی پناہ مانگی ہے جو بڑا پناہ دینے والا ہے اس لیے میں تیری درخواست کو قبول کرتا ہوں۔ چنانچہ آپؐ اسی وقت باہر تشریف لے آئے اور فرمایا کہ اے ابو اُسَید! اسے دو چادریں دے دو اور اس کے گھر والوں کے پاس پہنچا دو۔ چنانچہ

اس کے بعد اسے مہر کے حصہ کے علاوہ بطور احسان دو رازقی چادریں دینے کا بھی حکم دیا۔

بڑی اچھی سفید لمبی سوتی چادریں تھیں تا کہ قرآن کریم کا حکم وَلَا تَنۡسَوُا الۡفَضۡلَ بَیۡنَکُمۡ پورا ہو جو ایسی عورتوں کے متعلق ہے جن کو بلا صحبت طلاق دے دی جائے۔ اور آپؐ نے اسے رخصت کر دیا اور ابو اُسَیدؓ ہی اس کو اس کے گھر پہنچا آئے۔ اس کے قبیلے کے لوگوں پر یہ بات نہایت شاق گزری اور انہوں نے اس کو ملامت کی مگر وہ یہی جواب دیتی رہی کہ یہ میری بدبختی ہے اور بعض دفعہ اس نے یہ بھی کہا کہ مجھے ورغلایا گیا تھا اور کہا گیا تھا کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تیرے پاس آئیں تو تم پرے ہٹ جانا اور نفرت کا اظہار کرنا اس طرح ان پر تمہارا رعب قائم ہو جائے گا۔ معلوم نہیں یہی وجہ ہوئی یا کوئی اَور، بہر حال اس نے نفرت کا اظہار کیا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس سے علیحدہ ہو گئے اور اسے رخصت کر دیا۔

(ماخوذ از تفسیر کبیر جلد 2 صفحہ 533 تا 535)

مَیں ایک صحابی حضرت اسیدؓ کے ذکر میں یہ پہلے بھی بیان کر چکا ہوں۔ بہر حال حضرت عِکْرِمَہؓ کِندہ، حَضْرَمَوت سے یمن اور مکہ کے راستے واپس ہوئے۔ جب آپؓ مدینہ پہنچے تو حضرت ابو بکرؓ نے آپ کو حکم دیا کہ خالد بن سعید کی مدد کے لیے روانہ ہو جائیں۔ حضرت عِکْرِمَہؓ نے اپنی فوج کو جس نے آپ کے ساتھ ارتداد کی جنگوں میں شرکت کی تھی چھٹی دے دی تھی۔ حضرت ابو بکرؓ نے ان کے بدلے دوسری فوج تیار کی۔ اس لیے چھٹی دے دی کہ اب تم لوگ تھک گئے ہو گے، کافی بڑی مہمات کر کے آئے ہو۔ بہر حال حضرت ابو بکرؓ نے دوسری فوج تیار کی اور انہیں حکم دیا کہ عِکْرِمَہؓ کے پرچم تلے شام کے لیے روانہ ہو جائیں۔

(سیدنا ابو بکر صدیقؓ شخصیت اور کارنامے از صلابی مترجم صفحہ 433 حاشیہ مطبوعہ مکتبہ الفرقان مظفر گڑھ)

وہاں حضرت عِکْرِمَہؓ نے جو کارہائے نمایاں سرانجام دیے اور بڑی دلیری سے لڑتے ہوئے جامِ شہادت نوش فرمایا اس کی تفصیل ان شاء اللہ شام کی مہمات میں بیان ہو جائے گی۔

پھر

پانچویں مہم

جوتھی

حضرت شُرَحْبِیل بن حسنہؓ کی مرتد باغیوں کے خلاف مہم

تھی۔ حضرت ابو بکرؓ نے حضرت عِکْرِمَہؓ کو مُسَیْلِمہ کی طرف یمامہ کے علاقے میں بھیجا اور ان کے پیچھے حضرت شُرَحْبِیل بن حسنہؓ کو بھی یمامہ کی طرف روانہ فرمایا۔ حضرت شُرَحْبِیل بن حسنہؓ کا مختصر تعارف یہ ہے کہ حضرت شُرَحْبِیل بن حسنہؓ کے والد کا نام عبداللہ بن مُطاع تھا اور والدہ کا نام حسنہ تھا۔ بعض لوگوں انہیں کِندی اور بعض تمیمی کہتے ہیں۔ شُرَحْبِیل کے والد بچپن میں ہی فوت ہو گئے تھے اور یہ اپنی والدہ حسنہ کے نام پر شُرَحْبِیل بن حسنہ کہلائے۔ حضرت شُرَحْبِیل ابتدائی اسلام لانے والوں میں سے تھے۔ آپؓ نے اپنے بھائیوں کے ساتھ حبشہ کی طرف ہجرت کی اور جب حبشہ سے واپس آئے تو مدینہ میں آپؓ بنو زُرَیق کے مکانوں میں قیام پذیر ہوئے۔ خلافتِ راشدہ میں یہ مشہور سپہ سالاروں میں سے ایک تھے۔ اٹھارہ ہجری میں ستاسٹھ سال کی عمر میں طاعون عَمواس میں وفات پائی۔

(ماخوذ از اسد الغابہ فی معرفة الصحابہ جلد ۲ صفحہ ۶۱۹-۶۲۰، دار الکتب العلمیة بیروت)

بہر حال جیسا کہ ذکر ہو چکا ہے کہ عِکْرِمَہؓ نے حضرت ابو بکرؓ کے حکم کے باوجود کہ حضرت شُرَحْبِیلؓ کے پہنچنے سے پہلے حملہ نہ کرنا، انہوں نے جلدی کی اور حضرت شُرَحْبِیلؓ کے آنے سے قبل ہی مُسَیْلِمہ پر حملہ کر دیا تا کہ فتح کا سہرا انہی کے سر بندھے تاہم مُسَیْلِمہ نے ان کو پیچھے دھکیل دیا اور حضرت عِکْرِمَہؓ نے اس ناکامی کی اطلاع جب حضرت ابو بکرؓ کو دی تو جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے حضرت ابو بکرؓ نے انہیں تنبیہی خط لکھا اور فرمایا کہ یہ شکست کا داغ لے کر مدینہ نہ آنا کہیں لوگوں میں بد دلی نہ پھیل جائے اور انہیں عُمان کی طرف جانے کا حکم دیا۔ حضرت شُرَحْبِیل بن حسنہؓ ابھی راستہ میں ہی تھے کہ حضرت عِکْرِمَہؓ کی شکست کی خبر ان کو موصول ہوئی۔ انہوں نے پیش قدمی بند کر دی اور حضرت ابو بکرؓ کو نئی ہدایات کے لیے مراسلہ بھیجا۔ حضرت ابو بکرؓ نے ان کو لکھا کہ تم جہاں ہو وہیں ٹھہرے رہو۔

(حضرت ابو بکر کے سرکاری خطوط از خورشید احمد فارق، کتاب میلہ مطبع جاوید بٹ پریس صفحہ 43)

حضرت ابو بکرؓ نے شُرَحْبِیل کو لکھا کہ تم یمامہ کے قریب ہی مقیم رہو یہاں تک کہ تمہیں میرا دوسرا حکم موصول ہو

اور جس شخص یعنی مُسَیْلِمہ کے مقابلے کے لیے تم کو بھیجا ہے سر دست اس کا مقابلہ نہ کرو۔

(تاریخ الطبری جلد ۲ صفحہ ۲۹۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیة لبنان ۲۰۱۲ء)

پھر جب حضرت ابو بکر صدیقؓ نے حضرت خالد بن ولیدؓ کو یمامہ کی مہم پر مامور کیا تو حضرت شُرَحْبِیل بن حسنہؓ کو حکم دیا کہ جب خالد بن ولیدؓ تم سے آملیں اور یمامہ کی مہم سے تم بخیر و خوبی فارغ ہو جاؤ تو قبیلہ قُضَاعہ کا رخ کرنا اور حضرت عمرو بن عاصؓ کے ساتھ ہو کر قُضَاعہ کے ان باغیوں کی خبر لینا جو اسلام لانے سے انکار کریں اور اس کی مخالفت پر کمر بستہ ہوں۔ صرف انکار نہیں ہے بلکہ مخالفت بھی ہے۔

(حضرت ابو بکر کے سرکاری خطوط از خورشید احمد فارق، کتاب میلہ مطبع جاوید بٹ پریس صفحہ 24)

قُضاعہ بھی عرب کا ایک مشہور قبیلہ تھا جو مدینہ سے دس منزل پر وادی القُریٰ سے آگے مدائن صالح کے مغرب میں آباد تھا۔

(فرہنگ سیرت صفحہ 237 زوار اکیڈمی کراچی)

بہرحال حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشاد کے مطابق

حضرت شُرَحْبِیلؓ اپنے لشکر سمیت رکے رہے تاہم مُسَیلِمہ نے ان پر اپنے لشکر کے ساتھ چڑھائی کر دی۔

اس کا تذکرہ کرتے ہوئے مصنف نے لکھا ہے کہ ابھی حضرت خالد بن ولیدؓ یمامہ کے راستے ہی میں تھے کہ مُسَیلِمہ کی فوج نے حضرت شُرَحْبِیلؓ کی فوج سے نبرد آزمائی کی اور اسے پیچھے دھکیل دیا۔ کچھ مؤرخین یہ لکھتے ہیں کہ حضرت شُرَحْبِیلؓ نے بھی وہی غلطی کی جو اس سے قبل ان کے پیش رو حضرت عِکْرِمہؓ کر چکے تھے یعنی مُسَیلِمہ پر فتح یابی کا مقام خود حاصل کرنے کے شوق میں آگے بڑھے لیکن انہیں بھی شکست کھا کر پیچھے ہٹنا پڑا تاہم واقعہ ایسا نہیں ہے بلکہ خود یمامہ کے لشکر نے اس خیال سے کہ کہیں حضرت شُرَحْبِیلؓ حضرت خالدؓ سے مل کر انہیں نقصان نہ پہنچائیں آگے بڑھ کر لشکر پر حملہ کر دیا اور شکست دے کر انہیں پیچھے ہٹانے میں کامیاب رہا۔ دونوں میں سے کوئی بات ہوئی ہو مگر واقعہ یہی ہے کہ حضرت شُرَحْبِیلؓ اپنے لشکر لے کر پیچھے ہٹ گئے۔ جب حضرت خالد بن ولیدؓ کے پاس پہنچے اور تمام حالات و واقعات کا علم ہوا تو انہوں نے حضرت شُرَحْبِیلؓ کو سرزنش کی۔ حضرت خالدؓ کا یہ خیال تھا کہ اگر دشمن سے ٹکر لینے کی پوری طاقت نہ ہو تو بے شک اس وقت تک اس کے مقابلے سے گریز کیا جائے جب تک کہ مطلوبہ طاقت میسر نہ ہو جائے۔ بجائے اس کے کہ طاقت نہ ہونے کے باوجود دشمن سے جنگ چھیڑی جائے اور اس کے نتیجہ میں شکست کھانی پڑے۔

(حضرت سیدنا ابوبکر صدیقؓ از محمد حسین ہیکل مترجم صفحہ 190 مطبوعہ شرکت پرنٹنگ پریس لاہور)

بہرحال پھر بعد میں حضرت شُرَحْبِیلؓ حضرت خالد بن ولیدؓ کے ساتھ جنگ میں شریک رہے۔ حضرت خالد بن ولیدؓ نے حضرت شُرَحْبِیلؓ کو مقدمۃ الجیش پر نگران مقرر کیا یعنی فوج کا جو اگلا حصہ تھا اس کا نگران انہیں بنایا اور میمنہ اور میسرہ دائیں اور بائیں پر زید بن خطاب اور ابوحُذَیفہ بن عتبہ بن ربیعہ کو مقرر فرمایا۔

(سیدنا ابوبکر صدیقؓ شخصیت و کارنامے از ڈاکٹر علی محمد صلابی مترجم صفحہ 355 مکتبہ الفرقان مظفر گڑھ پاکستان)

یمامہ کی مہم سے فارغ ہونے کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ارشاد کے مطابق حضرت شُرَحْبِیلؓ بنو قُضاعہ کے باغیوں کی خبر لینے کے لیے حضرت عمرو بن عاصؓ سے جا ملے۔

چنانچہ لکھا ہے کہ حضرت شُرَحْبِیلؓ اور حضرت عمرو بن عاصؓ قُضاعہ کے مرتد باغیوں پر حملہ کرنے لگے۔ حضرت عمرو بن عاصؓ نے قبیلہ سعد اور بلق پر چڑھائی کی اور حضرت شُرَحْبِیلؓ نے قبیلہ کلب اور اس کے تابع قبائل پر چڑھائی کی۔

(تاریخ ابن خلدون جلد ۲ صفحہ ۴۴۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ لبنان ۲۰۱۶ء)

چھٹی مہم

جو ہے یہ حضرت عمرو بن عاصؓ کی مرتد باغیوں کے خلاف مہم تھی۔ حضرت ابوبکرؓ نے ایک جھنڈا حضرت عمرو بن عاصؓ کو دیا تھا اور ان کو تین قبائل قُضاعہ، ودیعہ اور حارث کے مقابلے پر جانے کا حکم دیا تھا۔

(تاریخ الطبری جلد ۲ صفحہ ۲۵۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲۰۱۲ء)

قُضاعہ بھی عرب کا ایک مشہور قبیلہ ہے جو مدینہ سے دس منزل پر وادی القُریٰ سے آگے مدائن صالح کے مغرب میں آباد ہے۔

(فرہنگ سیرت صفحہ 237 زوار اکیڈمی کراچی)

حضرت عمرو بن عاصؓ کا بھی مختصر تعارف

یہ ہے کہ آپ کا نام عمرو اور کنیت عبداللہ بن ابوعبداللہ یا بعض کے نزدیک ابومحمد تھی۔ آپؓ کے والد کا نام عاص بن وائل، آپ کی والدہ کا نام نابغہ بنت حرملہ تھا۔ ایک روایت کے مطابق آپ کی والدہ کا اصل نام سلمیٰ تھا۔ نابغہ ان کا لقب تھا۔ حضرت عمرو بن عاصؓ نے آٹھ ہجری میں فتح مکہ سے چھ ماہ پہلے اسلام قبول کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آٹھ ہجری میں آپؓ کو عُمان کا عامل مقرر فرمایا اور آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک اسی منصب پر رہے۔ اس کے بعد آپؓ شام کی فتوحات میں شامل ہوئے اور حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت میں فلسطین کے حاکم رہے۔ ان کے کارناموں میں سے ایک نمایاں کارنامہ مصر کی فتح بھی ہے۔ فتح مصر کے بعد حضرت عمرؓ نے ان کو مصر کا حاکم بنا دیا۔ حضرت عثمانؓ کے دورِ خلافت میں مصر کی حکومت سے معزول ہوئے اور فلسطین میں گوشہ نشینی اختیار کی۔ امیر معاویہ نے آپ کو دوبارہ مصر کا حاکم بنایا اور تاوقت وفات آپ اسی خدمت پر متعین رہے۔ کہا جاتا ہے کہ آپ کی وفات 43/ہجری میں ہوئی، بعض کے نزدیک 47/ہجری میں ہوئی، بعض 48/ کہتے ہیں، بعض 51/ہجری میں کہتے ہیں لیکن 43/ہجری میں وفات والا قول عموماً درست تسلیم کیا جاتا ہے۔

(اسد الغابہ جلد ۴ صفحہ ۲۳۲ تا ۲۳۴ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲۰۱۶ء)

حضرت عمرو بن عاصؓ بڑے خوش گفتار اور شیریں بیان خطیب تھے۔ قادر الکلام مدبر تھے، سیاست دان اور سپہ سالار تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عسکری مہموں میں ان پر اعتماد فرماتے تھے۔ عمرو بن عاص، ان کے بیٹے عبداللہ اور اُمّ عبداللہ پر مشتمل خاندان کو بہترین گھرانہ قرار دیا گیا۔

(اٹلس سیرت نبوی صفحہ 386 دار السلام پاکستان)

ایک مصنف لکھتا ہے کہ

حضرت ابوبکرؓ نے جو گیارہ عَلَم تیار کرائے تھے ان میں سے ایک عَلَم حضرت عمرو بن عاصؓ کے لیے بھی تھا۔

آپ نے انہیں قُضاعہ کے مرتدین سے جنگ کرنے کا کام سپرد کیا کیونکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں بھی جنگ ذات السَّلاسِل میں قبیلہ قُضاعہ سے لڑ چکے تھے اور اس قبیلہ کے تمام حالات اور تمام راستوں سے بخوبی واقف تھے۔

(فاتح اعظم حضرت عمرو بن العاصؓ از محمد فرج مصری مترجم صفحہ 109 مطبوعہ نفیس اکیڈمی کراچی)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرو بن عاص کو ذوالحجہ 8/ہجری میں عُمان کے دو رئیسوں جَیْفر اور عَبَّاد پسران جُلَنْدی کے پاس ایک تبلیغی خط دے کر روانہ فرمایا تھا۔ یہ سفارت نہایت کامیاب رہی اور اہل عُمان حضرت عمرو بن عاصؓ کے ہاتھ پر اسلام لے آئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اظہارِ خوشنودی کے طور پر آپ کو عُمان ہی میں زکوٰۃ کی وصولی کے کام پر مقرر فرما دیا۔ آپؓ عُمان ہی میں مقیم تھے کہ آپؓ کو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خط کے ذریعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی خبر ملی۔ آپؐ کی وفات کے بعد عرب کے بیشتر قبائل مرتد ہو گئے۔ ان کی سرکوبی کے لئے حضرت ابوبکرؓ نے عمرو بن عاص کو عُمان سے طلب فرمایا تو آپ حضرت ابوبکرؓ کے حکم کی تعمیل میں عُمان سے مدینہ آ گئے۔

(ماخوذ از سیرت حضرت عمرو بن العاصؓ از ڈاکٹر حسن ابراہیم حسن مترجم صفحہ 49 تا 53 مطبوعہ مکتبہ جدید لاہور)

جب فتنہ ارتداد اور بغاوت کے سدباب کے لیے حضرت ابوبکرؓ نے گیارہ امراء مقرر فرمائے تھے تب حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضرت شُرَحْبِیل بن حسنہؓ کو حکم دیا تھا کہ جب یمامہ کی مہم سے تم بخیر و خوبی فارغ ہو جاؤ تو قبیلہ قُضاعہ کا رخ کرنا اور حضرت عمرو بن عاصؓ کے ساتھ ہو کر قُضاعہ کے ان باغیوں کی خبر لینا جو اسلام لانے سے انکار کریں اور اس کی مخالفت پر کمربستہ ہوں۔

(حضرت ابوبکر کے سرکاری خطوط از خورشید احمد فارق، کتاب میلہ مطبع جاوید بٹ پریس صفحہ 43)

چنانچہ حضرت عمرو بن عاصؓ اور حضرت شُرَحْبِیلؓ دونوں نے مل کر بنو قُضاعہ کے باغیوں کے خلاف کارروائی کا آغاز کر دیا اور ان پر چھاپے مارنے لگے۔ اس کی تفصیل میں ایک مصنف لکھتے ہیں کہ بنو قُضاعہ خوشی سے اسلام میں داخل نہ ہوئے تھے بلکہ دیگر قبائل کی طرح انہوں نے بھی خوف کے باعث یا مال و جاہ کی طمع میں اسلام قبول کیا تھا اور ان کے دل اسلام کی محبت سے خالی تھے لہٰذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد جونہی انہیں مسلمانوں کی کمزوری کا احساس ہوا انہوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا۔ بارگاہِ خلافت سے حکم ملتے ہی عمرو بن عاص اپنے لشکر کے ساتھ اسی رستے سے جُذام کی جانب روانہ ہوئے جس سے پہلے گئے تھے۔ وہاں پہنچ کر انہوں نے دیکھا کہ بنو قُضاعہ جنگ کے لیے پوری طرح تیار ہیں۔ مقابلہ شروع ہوا گھمسان کا رَن پڑا۔ پہلے کی طرح اب بھی قُضاعہ کو شکست کھانی پڑی اور حضرت عمرو بن عاصؓ ان سے زکوٰۃ لے کر اور انہیں دوبارہ حلقہ بگوش اسلام بنا کر مظفر و منصور مدینہ واپس آ گئے۔

(فاتح اعظم حضرت عمرو بن العاصؓ از محمد فرج مصری مترجم صفحہ 109 مطبوعہ نفیس اکیڈمی کراچی)

باقی جو مہمات ہیں ان کا ذکر ان شاء اللہ آئندہ ہو گا۔

(الفضل انٹرنیشنل 08/جولائی 2022ء)

مترجم: ابو سلطان

ڈائری عابد خان سے کچھ حصے

اے چھاؤں چھاؤں شخص تیری عمر ہو دراز

مکرم عابد خان تحریر فرماتے ہیں کہ

حضور انور کے دورہ کی ایک برکت یہ بھی ہے کہ ہم میں سے جن کو آپ کے ساتھ سفر کرنے کا موقع ملتا ہے انہیں نئے دوست اور تعلقات بنانے کا موقع ملتا رہتا ہے۔ ایک دوست جن کو میں پہلی مرتبہ ملا تھا اور ان سے اچھی دوستی ہوگئی وہ ایک نوجوان خادم تھے جن کا نام سمیر احمد تھا۔ ان کی عمر 23 سال تھی اور جرمنی میں پیدا ہوئے اور فرینکفرٹ میں رہتے ہیں۔ میری ان سے پہلی ملاقات جس دن ہوئی اس کے بعد اگلے دو ہفتے ان کو اچھی طرح جاننے کا موقع ملتا رہا۔

انہوں نے مجھے بتایا کہ انہوں نے میری ڈائریز پڑھی ہیں۔ جو میں نے حضور انور کے دورہ جات آسٹریلیا، نیوزی لینڈ اور مشرقِ بعید کے حوالہ سے گزشتہ سال لکھی تھیں۔ اس بات سے مجھے خوب حیرت ہوئی کیونکہ میرا خیال تھا کہ جرمنی کے لوگ انگلش پڑھنا نہیں جانتے ہوں گے۔

تاہم دوران دورہ (جرمنی) میں ایسے کئی لوگوں سے ملا جنہوں نے یہ ڈائریز پڑھی تھیں اور حضور انور اور آپ کے دورہ جات کی سرگرمیوں کے بارے میں آگاہی ملنے پر حوصلہ افزائی کی۔ مکرم سمیر صاحب نے مجھے بتایا کہ ہر گزرتے سال کے ساتھ خلافت کی اہمیت ان پر زیادہ سے زیادہ عیاں ہوتی جارہی ہے۔ انہوں نے بتایا کہ جب حضور انور تشریف لاتے ہیں تو آپ نے خود بھی خلافت سے جڑی برکات کا مشاہدہ کیا ہوگا اور آپ انہیں حقیقت میں تجربہ کر کے دیکھتے ہیں اور یوں آپ کو آگاہی ملتی ہے کہ یہ محض قصے کہانیاں نہیں ہیں جو ہمارے والدین نے ہمیں بتائی ہیں۔

حضور انور کی رازداری ایک خادم کا اظہار خیال

ایک دلچسپ بات جو سمیر نے حالیہ ایک واقعہ کے بارے میں کہی کچھ یوں ہے کہ اللہ کے فضل سے حضور انور کے دورہ سے چند روز قبل، حضور انور کے صاحبزادے مرزا وقاص احمد صاحب کے ہاں دوسرے بیٹے کی پیدائش ہوئی تھی۔ سمیر صاحب نے بتایا کہ ایک دن کے اندر اندر واٹس ایپ اور ٹویٹر پر ایک بچے کی تصویر گردش کرنے لگی۔ انہوں نے بتایا کہ جرمنی میں بہت سے لوگ جنہیں وہ جانتے تھے انہوں نے وہ تصویر دیکھی تھی اور اس کو دوسروں کے ساتھ شیئر کر رہے تھے۔ انہوں نے بھی یہ تصویر دیکھی تھی لیکن انہیں شرح صدر نہ تھا بلکہ وہ اپنے تئیں قصوروار سمجھ رہے تھے۔ انہوں نے کہا کہ حضور انور اپنی زندگی اور وقت کا اتنا حصہ جماعت کو عطا فرماتے ہیں لیکن احمدیوں کو بعض مواقع پر حضور انور کی رازداری کا خیال رکھنا چاہیے خاص طور پر جب یہ آپ کی فیملی کا ذاتی معاملہ ہو۔

میں اس بات پر پوری طرح سمیر صاحب کے ساتھ متفق تھا۔ بعد میں، میں نے اس کا ذکر حضور انور کی خدمت میں کیا اور ایسا لگتا تھا کہ حضور انور نے ان کے جذبات کی حوصلہ افزائی فرمائی۔

خلافت کے لیے محبت

میں نے حضور انور کے دورہ کے دوران مختلف احباب جماعت سے گفتگو کی اور میں ہمیشہ ان کے جذبات اور خلافت سے محبت جان کر سحر زدہ رہ جاتا۔

میں باقاعدگی سے ایسے لوگوں کو ملتا رہتا ہوں جو حضور انور کے دفتر میں ایک منٹ یا اس سے کچھ کم وقت گزارتے اور بتاتے ہیں کہ ایسا لگتا ہے جیسے ان کی زندگی ہمیشہ کے لیے بدل گئی ہو۔

ایک نوجوان عزیزم اسجد محمود (بعمر 22 سال) حال ہی میں گجرات (پاکستان) سے جرمنی آیا تھا اور اسائلم کیا تھا۔ میں نے اس کی زندگی کی حضور انور سے پہلی ملاقات سے چند لمحات قبل گفتگو کی اور وہ بالطبع بہت nervous تھا۔ اس نے بتایا کہ اگرچہ وہ حضور انور سے پہلے کبھی نہیں ملا لیکن اس کے دل میں حضور انور کی محبت ہمیشہ کسی بھی دوسرے شخص کی محبت سے زیادہ رہی ہے۔

ایک دوسرے احمدی مکرم عمر فضل الحق جن کی عمر 33 سال تھی، نے مجھے بتایا کہ حضور انور کے دورہ نے ان کے غیر احمدی دوستوں کو بھی متاثر

کیا ہے۔ انہوں نے بتایا ”میرے ساتھی دیکھتے ہیں کہ میں کام سے چھٹیاں لیتا ہوں تا کہ حضور انور کی قربت میں وقت گزار سکوں اور اپنی ڈیوٹی دے سکوں۔ اس کا ان پر گہرا اثر پڑتا ہے اور وہ اس بات کا اظہار کیے بغیر نہیں رہ سکتے کہ وہ بہت زیادہ متاثر ہوتے ہیں کہ ہمارا ایک leader ہے جو ہمیں کشش ثقل کے باعث اپنی طرف کھینچتا ہے اور اس کے لیے ہم سب کچھ قربان کرنے کے لیے تیار رہتے ہیں۔“

مکرم عمر صاحب نے مزید بتایا ”میں یقیناً ایمان رکھتا ہوں کہ اگر میں اپنی زندگی میں کوئی کامیابی چاہتا ہوں اور اپنے بچوں کی کامیابیاں چاہتا ہوں تو ایک ہی راستہ ہے اور وہ یہ ہے کہ ہم خلافت سے جڑے رہیں۔ خلافت سے تعلق جوڑنا ہی وہ واحد راستہ ہے جو میری آئندہ نسلوں کو بچائے گا۔“

ایک ممبر لجنہ اماء اللہ کے تاثرات

مجھے اکثر کسی بھی فیملی کے جملہ ممبران سے بات کرنے کا موقع ملتا رہتا ہے اور یوں مجھے لجنہ کی ممبرات کے تاثرات جاننے کا موقع بھی ملتا رہتا ہے۔ ایک خاتون مکرمہ شکیلہ صاحبہ جب حضور انور کے دفتر سے باہر آئیں تو بہت جذباتی کیفیت میں تھیں۔ یہ ان کی حضور انور سے پہلی ملاقات تھی تو انہوں نے اپنے جذبات یوں بیان کئے کہ ”میں حضور انور کے دفتر میں واقعتاً کانپ رہی تھی کیونکہ میں اپنے اعصاب پر قابو نہ رکھ پا رہی تھی اور مجھے یقین نہیں آ رہا تھا کہ سب لوگوں میں سے میں حضور انور کی معیت کا شرف پا رہی تھی۔ آج کے دن میری زندگی کا مقصد پورا ہو گیا ہے۔“

انہوں نے حضور انور کی شفقت کا ایک اور واقعہ بھی بتایا۔ انہوں نے بتایا کہ دوران ملاقات انہوں نے حضور انور کو بتایا کہ حال ہی میں ان کی انگوٹھی گم گئی تھی تو فوراً حضور انور نے اپنے دراز سے ایک انگوٹھی نکالی اور ان کو بطور تحفہ پیش کی۔ انہوں نے بتایا کہ اس کی وجہ سے وہ بے حد خوش ہوئیں۔

انہوں نے مزید بتایا کہ وہ خود کو خوش قسمت تصور کرتی ہیں کہ ایسے دور میں زندگی بسر کر رہی ہیں جہاں احمدیوں کو خلیفہ وقت سے ملنے کا موقع مل جاتا ہے کیونکہ جس طرح سے جماعت ترقی کر رہی ہے ان کا خیال ہے کہ وہ وقت قریب ہے کہ جب پوری دنیا میں اتنے احمدی ہوں گے کہ ہر احمدی کے لیے حضور انور کو ملنا ممکن نہ رہے گا۔

حضور انور سے ملاقات کا اثر

میں ایک دوست سے ملا جن کا نام مکرم محمد نور باجوہ تھا ان کے ساتھ ان کی اہلیہ اور بچے بھی اس ملاقات کے لیے حاضر تھے۔ انہوں نے مجھے بتایا کہ حضور انور کے خلیفۃ المسیح بننے سے قبل کراچی میں انہیں حضور انور کی گاڑی کی ڈرائیونگ کرنے کا موقع تین سے چار مرتبہ ملا۔ اس کے بعد سے ان کی حضور انور سے ملاقات نہیں ہوئی۔ ان کا کہنا تھا کہ آج وہ جس وجود سے ملے ہیں وہ اس وجود سے بہت مختلف ہے جس کو وہ کئی سال پہلے ملے تھے۔ ان کا کہنا تھا کہ حضور انور کا چہرہ نور سے پُر ہے اور ان الفاظ کے ساتھ ہی ان کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے اور وہ خود پر قابو نہیں رکھ پا رہے تھے۔

ایک اور نوجوان family جن کی حضور انور سے ملاقات ہوئی وہ مکرم اخلاق ملک صاحب اور ان کی اہلیہ تھیں۔ مکرم اخلاق صاحب نے بتایا کہ ”جب ہم ملاقات کے لیے حضور انور کے دفتر کے باہر کھڑے تھے تو میں نے حضور انور کو پرائیویٹ سیکرٹری صاحب سے

بقیہ صفحہ 14 پر

ابو نائل

حضرت عائشہؓ کی شادی کی عمر پر اعتراض کا جواب

کچھ حقائق کی روشنی میں

کچھ عرصہ قبل بھارت کے ایک چینل پر بھارتیہ جنتا پارٹی کی ترجمان نوپر شرمااور پروگرام میں شریک ایک مسلمان صاحب کے درمیان تلخ کلامی ہوئی۔ ایک مرحلہ پر طیش میں آ کرنوپر شرمانے کہا کہ میں جو قرآن میں اڑتے ہوئے گھوڑے کا ذکر ہے اس کا مذاق اڑانا شروع کر دوں اور اس سلسلہ میں انہوں نے اپنی طرف سے قرآن کریم کی سورۃ نمبر 88 کی آیت 20 کا حوالہ پیش کیا۔اور پھر کافی نا مناسب الفاظ اور لہجے میں یہ کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نو سال کی لڑکی سے شادی کر کے ازدواجی تعلق قائم کیا۔ یہ اعتراض نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی شادی پر تھا۔ اور بعد میں یہی اعتراض زیادہ بحث کا موضوع بنا اور اس بیان پر تنازع اب تک چل رہا ہے۔ یہ سب کچھ کہتے ہوئے نوپر شرما کو بہت غصہ آیا ہوا تھا اور جس لہجے میں بات کہی جا رہی تھی، اس میں بعض الفاظ نا قابل فہم بھی تھے۔ لیکن ان ٹوٹے ہوئے جملوں میں یہی اعتراضات کئے گئے تھے۔

جب بعض مسلمان ممالک نے اس گستاخی پر بھارت کی حکومت سے احتجاج کیا تو بھارتیہ جنتا پارٹی نے نوپر شرما کو اپنے ترجمان کے منصب سے سبکدوش کر دیا اور ان کی پارٹی کی رکنیت کو معطل کر دیا اور بی جے پی نے اپنے دہلی کے میڈیا انچارج نوین کمار جندل کی پارٹی رکنیت بھی منسوخ کر دی اور چند روز قبل بھارت کی سپریم کورٹ نے نوپر شرما کے بیان کی مذمت کرتے ہوئے کہا کہ وہ پوری قوم سے معافی مانگیں۔

جب سچ کہا تو مذمت کیسی؟

لیکن اس کے ساتھ ہی ایک طبقہ نے یہ آواز بلند کرنی شروع کر دی کہ نوپر شرمانے جو بات کہی تھی وہ تو صحیح تھی پھر اسے کس بات کا الزام دیا جا رہا ہے؟ ہندو انتہا پسند تنظیم آر ایس ایس کے جریدے پنچجانیہ نے اپنے اداریہ میں اس کا دفاع کیا ہے اور لکھا کہ اس واقعہ کی آڑ میں یہ پراپیگنڈا کیا جا رہا ہے کہ ہندو انتہاپسند ہوتے جا رہے ہیں۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ نوپر شرمانے وہی کہا تھا جو کہ مشہور مسلمان سکالر ذاکر نائک نے کہا تھا۔ مختلف یوٹیوب چینلز پر بھی یہ دعویٰ کیا گیا کہ نوپر شرمانے تاریخی طور پر صحیح حقائق بیان کئے تو پھر اس بیان کے خلاف اتنے غم و غصہ کا اظہار کیوں کیا جا رہا ہے؟

ہالینڈ کے ممبر پارلیمنٹ Geert Wilders جو کہ مسلمانوں کی مخالفت میں شہرت رکھتے ہیں اور یہ مطالبہ بھی کر چکے ہیں کہ قرآن مجید پر پابندی لگائی جائے، انہوں نے بھی نوپر شرما کی حمایت میں بیان دیا اور بھارت کے عوام کو یہ مشورہ دیا کہ انہیں نوپر شرما کی حمایت میں کھڑا ہونا چاہیے۔

کیا واقعی سچ کہا تھا؟

دنیا کے مختلف مذاہب کے لٹریچر میں مختلف قسم کی روایات موجود ہوتی ہیں اور وہ ایک دوسرے سے مختلف بلکہ متضاد بھی ہوسکتی ہیں لیکن ایک چیز مسلمہ ہے تمام اسلامی لٹریچر میں قرآن کریم کا مقام سب سے بلند ہے اور مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے کہ اس کا ایک ایک حرف خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے اور اپنے بیان میں نوپر شرمانے معین طور پر کسی اڑتے ہوئے گھوڑے کا ذکر کیا تھا جس کا ذکر قرآن مجید میں موجود ہے اور اس ضمن میں خاص طور پر قرآن کریم کی سورۃ نمبر 88 کی آیت نمبر 20 کا ذکر کیا ہے۔سب سے پہلے تو یہ بات قابل ذکر ہے کہ قرآن کریم کی مختلف سورتوں میں گھوڑوں کا ذکر ہے۔ یہ ذکر سورۃ آل عمران آیت 15، سورۃ الانفال آیت 61، سورۃ النحل آیت 9، سورۃ الحشر آیت 7، سورۃ بنی اسرائیل آیت 65، سورۃ العادیات آیت 3 تا 6، سورۃ ص آیت 31 تا 34 میں موجود ہے۔ان سب آیات میں کسی اڑتے ہوئے گھوڑے کا ذکر موجود نہیں ہے۔نوپر شرمانے اس سلسلہ میں قرآن مجید کی سورۃ 88 کی آیت 20 کا حوالہ دیا تھا۔ اس سورۃ یعنی سورۃ الغاشیہ میں گھوڑوں کا کوئی ذکر نہیں پایا جاتا۔

ان حقائق کی موجودگی میں یہ کہنا کہ کہنے والے نے جو کچھ کہا صحیح کہا، اس پر کہنے والے کو کیوں الزام دیا جا رہا ہے غلط ہے۔ معین طور پر قرآن مجید کا حوالہ دے کر یہ دعویٰ کیا گیا تھا کہ قرآن مجید میں اڑنے والے گھوڑوں کا ذکر موجود ہے اور یہ دعویٰ غلط ہے اور یہ غلطی اس لئے اور بھی واضح ہو جاتی ہے کیونکہ جس سورۃ کا حوالہ دیا جا رہا ہے اس پوری سورۃ میں تو گھوڑوں کا کوئی ذکر موجود نہیں ہے۔ اس اعتراض کا آغاز بہرحال ایک واضح غلط بیانی سے ہوا تھا۔ یہ تو درست ہے کہ مختلف مذاہب کی روایات میں اڑتے ہوئے گھوڑوں کا ذکر موجود ہے اور مختلف مزاج اور سوچ کے لوگ اس کی مختلف توجیہات پیش کریں گے لیکن یہ کہنا بہرحال درست نہیں کہ قرآن مجید میں یا قرآن مجید کی سورۃ 88 میں کسی اڑتے ہوئے گھوڑے کا ذکر کیا گیا ہے۔

اڑتے ہوئے گھوڑے کی روایت

یقینی طور پر نوپر شرما مذہبی جذبات رکھنے کی وجہ سے اس بات سے واقف ہوں گی کہ خود ہندو مت کی مقدس روایات میں ایک اڑتے ہوئے گھوڑے کا ذکر موجود ہے۔ ان روایات میں اس گھوڑے کو اچے سروافاسک Uchchaihshravas کا نام دیا گیا ہے۔ اور اس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ اس کا رنگ سفید ہے اور اس کے سات سر ہیں۔ اور یہ دیوتا اندر کی سواری کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔ اس اڑنے والے گھوڑے کا ذکر مقدس گیتا میں موجود ہے۔مثال کے طور پر وشنو پران کے باب 9 میں اس کا ذکر موجود ہے۔ اور خود گیتا میں اس کا ذکر دسویں باب کی آیت 27 موجود ہے۔ اسی طرح بائبل کی کتاب 2سلاطین باب 2 میں آگ سے بنے ہوئے ایسے گھوڑوں کو ذکر ہے جو کہ آگ کی بنی ہوئی رتھ کو چلا رہے تھے اور آسمان تک چلے گئے۔ بہرحال یہ تو ایک ضمنی ذکر ہے۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ نوپر شرما کا یہ معین دعویٰ درست نہیں تھا۔ اور اس سے دو ہی نتائج اخذ کئے جا سکتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ کسی وجہ سے عمداً غلط بیانی کی گئی تھی یا پھر وقتی طیش کی وجہ سے ایسی حالت ہوگئی کہ ایک خلاف واقعہ دعویٰ کر دیا گیا۔

اس اعتراض سے پیدا ہونے والے سوالات

بہرحال اب دوسرے اعتراض کی طرف آتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے شادی کے وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر نو سال تھی۔ اور اس طرح ایک نابالغ لڑکی سے شادی کی گئی۔ اس اعتراض کو اس لئے بھی خاص ہوا دی جا رہی ہے کیونکہ آج کل دنیا میں کم عمر کی شادی کے خلاف ایک مہم چلی ہوئی ہے اور اسے ایک ظلم قرار دیا جاتا ہے۔اس اعتراض کا جائزہ لیتے ہوئے ہمیں چند سوالوں کا جائزہ لینا ہوگا اور وہ سوال یہ ہیں۔

1. کیا دنیا کی تاریخ میں لڑکیوں کی بلوغت کی عمر ایک ہی سطح پر قائم رہی ہے یا اس میں تبدیلیاں آتی رہی ہیں۔ اس سلسلہ میں سائنسی شواہد کیا بتاتے ہیں؟ کیونکہ شادی کی مناسب عمر اور بلوغت کی عمر کا ایک سائنسی تعلق ہے۔
2. کیا موجودہ دور میں مختلف ممالک میں رائج قوانین میں شادی کی کم از کم عمر ایک ہی ہے یا ان میں خاطر خواہ فرق ہے؟ کیا دنیا کی تاریخ کے مختلف ادوار میں شادی کی مروجہ عمر تقریباً اتنی ہی رہی ہے جتنی اس دور میں ہے یا اس سے قبل یہ عمر اس دور میں مروجہ عمر سے بالکل مختلف تھی؟
3. اگر گذشتہ صدیوں میں شادی کی عمر اس دور سے مختلف تھی تو اس کی کیا سائنسی اور معاشرتی وجوہات تھیں؟
4. کیا تمام تاریخی روایات میں یہی بیان کیا گیا ہے کہ شادی کے وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر نو سال تھی یا بعض دوسری روایات میں مختلف عمر بھی بیان کی گئی ہے؟
5. اس سوال سے قطع نظر کہ شادی کے وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی کیا عمر تھی؟ جس عمر میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی شادی ہوئی کیا اس وقت اس معاشرے میں اس عمر کی شادی ایک غیر معمولی بات سمجھی جاتی تھی؟

بلوغت کی عمر تبدیل ہوتی رہی ہے

لڑکے یا لڑکیوں کی شادی کس عمر میں ہونی چاہیے، اس کا تعلق اس سوال سے ہے کہ ان کے جسم بلوغت کا عمل کب مکمل کرتے ہیں؟ انسانی جسم میں بلوغت ظاہر ہونے اور پھر مکمل ہونے کا عمل جسے Puberty کہا جاتا ہے ایک ایسا عمل ہے جس میں دماغ کا ایک حصہ Hypothalamus اور غدود (glands) میں Pituatary Gland اہم کردار ادا کرتے ہیں اور انسانی خون میں دوڑنے والے کئی ہارمون (hormone) نشو نما کے ان اہم سالوں کے دوران بلوغت کے عمل کو آگے بڑھاتے ہیں۔ خلاصہ کلام یہ کہ اس معاملہ میں کوئی بحث صرف سوشیالوجی یا قانونی بحث نہیں ہے کہ ہم صرف موجودہ دور کے قوانین، نظریات یا رواج تو مد نظر رکھیں لیکن سائنسی اور تاریخی حقائق سے آنکھیں بند کر کے ڈیڑھ ہزار سال قبل کے واقعات پر ماہرانہ رائے دینا شروع کر دیں۔ سب سے پہلے ہم اس سوال کا جواب ڈھونڈنے کی کوشش کرتے ہیں کہ کیا دنیا کی تاریخ میں لڑکیوں کی بلوغت کی عمر ایک ہی سطح پر قائم رہی ہے یا یہ عمر کم اور زیادہ ہوتی رہی ہے؟

سب سے پہلے تو اہم نکتہ ذہن نشین رکھنے کی ضرورت ہے کہ اس بات کے بھاری سائنسی شواہد سامنے آ چکے ہیں کہ لڑکیوں یا لڑکیوں میں جسمانی بلوغت کی عمر وقت کے ساتھ کم یا زیادہ ہوتی رہتی ہے۔ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ آج جو بلوغت کی عمر ہے، وہی بلوغت کی عمر ہزار ڈیڑھ ہزار سال قبل

تھی۔ یہ دعویٰ قطعی طور پر غیر سائنسی ہوگا۔ ہزار سال تو بہت دور کی بات ہے امریکہ میں سائنسدانوں کا ایک پینل بیٹھا اور اس پینل نے 1940ء اور 1994ء کے درمیان جمع کئے جانے والے اعداد و شمار کا تجزیہ کیا۔ ان میں سے بھاری اکثریت اس نتیجہ پر پہنچی کہ لڑکیوں میں بلوغت کا آغاز آج کل 1940ء کی نسبت کم عمر میں ہو رہا ہے اور اسی طرح ماہواری کا آغاز جسے سائنسی طور پر Menarche کہا جاتا ہے 1940ء میں زیادہ عمر میں ہوتا تھا اور اب 1940ء کی نسبت کم عمر میں ہو رہا ہے۔ حوالہ نیچے درج کیا جا رہا ہے۔

(Euling SY et al.Examination of US puberty-timing data from1940to1994for secular trends:panel findings. Pediatrics. 2008 Feb;121 Suppl 3:S17291.)

ایک اور دلچسپ تحقیق یہ ظاہر کرتی ہے کہ اس جدید دور میں بعض وجوہات کی وجہ سے ماہواری شروع ہونے کی عمر اسی طرف واپس جا رہی ہے جو کہ پتھر کے دور میں تھی۔

(Gluckman PD, Hanson MA. Changing times: the evolution of puberty. Mol Cell Endocrinol. 2006 Jul 25;254-255:26-31)

ایک اور وسیع البنیاد سائنسی تجزیہ جس میں تیس سائنسی تحقیقات کے اعداد و شمار شامل کئے گئے تھے یہ ظاہر کرتا ہے کہ 1977ء اور 2013ء کے درمیان لڑکیوں میں بلوغت کے آغاز کی عمر جسے سائنسی طور پر Thelarche کہا جاتا ہے ایک بار پھر کم ہو رہی ہے اور ہر دہائی میں تین ماہ کم ہو رہی ہے۔

(Eckert-Lind C, Busch AS, Petersen JH, Biro FM, Butler G, Bräuner EV, Juul A. Worldwide Secular Trends in Age at Pubertal Onset Assessed by Breast Development Among Girls: A Systematic Review and Meta-analysis. JAMA Pediatr. 2020 Apr 1;174(4).)

اسی طرح جرمن محققین نے یہ نتائج پیش کئے کہ 1860ء میں لڑکیوں میں بلوغت کا اوسط آغاز ساڑھے سولہ سال کی عمر میں ہوتا تھا اور 1950ء میں یہ آغاز ساڑھے چودہ سال کی عمر میں ہونے لگا۔ 1980ء میں یہ اوسط عمر گر کے تیرہ سال اور 2010ء میں صرف ساڑھے بارہ سال رہ گئی۔ اور امریکہ کی ڈیوک یونیورسٹی نارتھ کیرولائنا کی -Marcia Herman Giddens کی یہ تحقیق سامنے آئی کہ وہ پہلے سے بہت زیادہ ایسی بچیوں کا معائنہ کر رہی ہیں جو کہ دس سال سے بھی پہلے بلوغت کے مرحلہ کا آغاز کر رہی ہیں۔

(Onset of puberty in girls has fallen by five years since1920by Robin McKie,The Guardian21Oct2012)

اس جیسے بیسیوں سائنسی شواہد یہ ظاہر کر دیتے ہیں کہ بلوغت کی عمر میں کچھ دہائیوں میں بھی خاطر خواہ کمی بیشی ہوسکتی ہے۔ اور ایک ڈیڑھ صدی کے عرصہ میں آسانی سے اس عمر میں پانچ چھ سال کی تبدیلی آ سکتی ہے۔ تو ہم آج کے دور میں بلوغت کی عمر کو معیار بنا کر ہزار ڈیڑھ ہزار سال قبل کے واقعات پر تبصرے نہیں کر سکتے۔ ہمارے پاس ایسے قابل اعتبار سائنسی شواہد موجود نہیں ہیں جن سے ہم یہ معلوم کر سکیں کہ ان قدیم صدیوں میں بلوغت کی اوسط عمر کیا تھی اور شادی کی مناسب عمر کیا تھی اس کے لئے ہمیں تاریخی شواہد کا جائزہ لینا پڑے گا۔

آج کی دنیا میں شادی کی کم از کم قانونی عمر

اب ہم دوسرے سوال کا جواب تلاش کرتے ہیں کہ کیا دنیا بھر کے ممالک میں شادی کی کم از کم قانونی عمر ایک ہے؟ یا مختلف ممالک نے اپنے اپنے حالات کے مطابق مختلف عمریں مقرر کی ہوئی ہیں۔ پہلے پاکستان میں مسلم فیملی لاء آرڈیننس 1961ء کے تحت یہ عمر 16 سال تھی۔ اس سال اسلام آباد ہائی کورٹ کے جسٹس بابر ستار صاحب نے ایک فیصلہ دیا ہے جس کی رو سے 18 سال سے کم عمر کی لڑکی کو اپنی مرضی سے شادی کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ (فرائڈے ٹائمز یکم مارچ 2022ء) بنگلہ دیش میں یہ عمر 18 سال، ہانگ کانگ میں یہ عمر 16 سال، چین میں یہ عمر 20 سال اور بھارت میں پہلے یہ عمر 18 سال تھی لیکن اب اسے بڑھا کر 21 سال کر دیا گیا ہے۔ ایران میں ماں باپ کی رضامندی سے یہ عمر 13 سال ہے۔ شمالی کوریا میں یہ عمر 17 سال ہے۔ آسٹریا، آسٹریلیا اور نیوزی لینڈ میں ویسے تو لڑکوں اور لڑکیوں کے لئے شادی کی کم از کم عمر 18 سال ہے لیکن والدین کی رضامندی سے اور عدالت کی اجازت سے 16 سال کی عمر کی لڑکی کو بھی شادی کی اجازت مل سکتی ہے۔ اسی طرح ترکی میں والدین کی رضامندی کے ساتھ 17 سال کی عمر میں اور عدالت کی اجازت سے 16 سال کی عمر میں شادی ہوسکتی ہے۔ افریقن ممالک میں انگولا میں والدین کی رضا سے 15سال کی لڑکی کی شادی ہوسکتی ہے۔ بہاماس میں ماں باپ کی مرضی سے 15 سال کی عمر میں شادی ہوسکتی ہے۔ بحرین میں 15سال، بیلاروس میں ماں باپ کی مرضی سے 14سال، برکینا فاسو میں 17سال، کیمرون میں 15سال، کینیڈا، سائپرس، جمیکا، جاپان، کرغستان، کوسوو، لکسمبرگ، مالٹا، ماریشس اور چلی میں والدین کی مرضی سے 16 سال، کوسٹا ریکا میں والدین کی مرضی سے 15سال، کیوبا میں والدین کی مرضی سے 14سال، ایلسیلوا ڈور میں بلوغت کی شرط کے ساتھ 14سال، گیبون، نائیجر اور ملاوی میں 15سال، گیمبیا میں 12سال، بلغاریہ، ہنگری، اسرائیل، جرمنی، ناروے اور گی آنا میں عدالت کی اجازت سے 16 سال کی لڑکیاں قانونی طور پر شادی کرسکتی ہیں۔ مندرجہ بالا اعداد و شمار یہ واضح کرتے ہیں کہ اس دور میں بھی جب دنیا ایک گلوبل ویلج بنتی جا رہی ہے اور ایک لمحہ میں پوری دنیا میں اطلاع پہنچ سکتی ہے مختلف ممالک نے اپنے اپنے حالات کے مطابق شادی کی کم از کم عمر ایک دوسرے سے بالکل مختلف رکھی ہوئی ہے۔ اور یہ قانونی عمر 12 سے 21 سال تک ہے۔ ایسی کوئی حتمی سائنسی تحقیق موجود نہیں جو کہ ایک ملک کی تجویز کردہ عمر کو حتمی طور پر پوری دنیا کے لئے صحیح قرار دیتی ہو۔ اس پس منظر میں ہم ڈیڑھ ہزار سال قبل کے دور کے لئے اپنے ذہن سے کوئی حتمی معیار کس طرح مقرر کر سکتے ہیں؟

(https://assets.pewresearch.org/wpcontent/uploads/sites/1209/2016//FT_Marriage_Age_Appendix_2016_09_08.pdf)

قدیم تہذیبوں میں شادی کی عمر

اب ہم یہ جائزہ لیتے ہیں کہ موجودہ دور سے پہلے شادی کے لئے مناسب کم از کم عمر کیا سمجھی جاتی تھی؟ کیونکہ سائنسی طور پر ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ پہلے زمانوں میں بلوغت کی عمر وہی تھی جو اس دور میں ہے۔ یورپ کی تاریخ میں رومن تہذیب کو ہمیشہ سے ایک نمایاں حیثیت حاصل رہی ہے۔ اور یورپ کی بہت سی تہذیبیں رومن تہذیب سے متاثر رہی ہیں۔ محققین کے نزدیک رومی تہذیب میں متمول طبقوں میں 12 سال کی عمر کی لڑکی کی شادی ایک عام بات تھی۔ اور یہ کوئی استثنائی صورت حال نہیں کہلا سکتی کیونکہ ان محققین کے نزدیک اس تہذیب میں لڑکیوں کی شادی کی اوسط عمر 13 اور 16 کے درمیان بیان کی جاتی ہے۔

(The Age of Roman Girls at Marriage by M. K. Hopkins ,Population Studies Vol. 18, No. 3 (Mar., 1965), pp. 309-327)

جب ان علاقوں میں لوگوں نے عیسائیت کو قبول کرلیا تو بھی زیادہ تر مغربی یورپ اور انگلستان میں لڑکیوں کے شادی کے لئے کم از کم مناسب عمر 12 سال ہی برقرار رہی اور اسی کو مذہبی قوانین میں شامل کر لیا گیا۔ جب سولہویں صدی میں انگلستان نے رومن کیتھولک چرچ سے علیحدگی اختیار کی تو بھی یہ عمر برقرار رہی اور اور ایک طویل عرصہ تک انگلستان میں لڑکیوں کی شادی کے لئے کم از کم مناسب عمر 12 سال ہی برقرار رہی۔ اور جب امریکہ میں نوآبادیاں بسانے کا کام شروع ہوا تو ان علاقوں میں بھی 12 سال کی لڑکی کو شادی کے قابل تصور کیا جاتا تھا۔

(THE ORIGINS OF THE EUROPEAN MARRIAGE PATTERN IN EARLY MODERN PERIOD FROM THE PERSPECTIVE OF POLISH HISTORY by Piotr Guzowski January 2013,Acta Poloniae historica 108:544)

اسی طرح قدیم مصری تہذیب میں 12 سال کی لڑکی کو شادی کے قابل سمجھا جاتا تھا۔ اور اس عمر میں لڑکیوں کی شادی ہونا ایک عام بات تھی۔

(https://www.worldhistory.org/article/934/love-sex-and-marriage-in-ancient-egypt/)

آج کل اگر کسی ملک میں شادی کی کم از کم عمر 18 سال ہے تو بہت سے لوگ اپنے ذہن میں یہ مفروضہ قائم کر لیتے ہیں کہ ہمیشہ سے دنیا کے تمام علاقوں میں شادی کی کم از کم عمر یہی رہی ہے۔ یا اگر اس دور میں کوئی لڑکی 18 سال کی عمر میں بالغ ہوتی ہے تو ہر دور میں سائنسی طور پر اسی عمر میں لڑکی بلوغت کے مراحل طے کرتی تھی۔ تاریخی طور پر اور سائنسی طور پر یہ مفروضے بالکل غلط ہیں۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ یہ مفروضے قائم کرتے ہوئے تاریخی اور سائنسی حقائق پر سرسری نظر بھی نہیں ڈالی گئی۔ کسی معنی خیز بحث سے قبل ضروری ہے اس ضمن میں تاریخی اور سائنسی حقائق کا جائزہ لیا جائے۔

پہلے ادوار میں جلد شادی کی وجہ

اب اس سوال کی طرف بڑھتے ہیں کہ اگر گذشتہ ادوار میں شادی کے لئے مناسب سمجھی جانے والی عمر آج کی نسبت کم تھی تو کیا اس کی کوئی وجوہات بھی تھیں؟ اس کی ایک سائنسی وجہ تو پہلے ہی بیان کی جا چکی ہے کہ ایک صدی میں بھی بلوغت کی عمر چھ سات سال کم یا زیادہ ہوسکتی ہے۔ تو آج سے ہزار یا ڈیڑھ ہزار سال کے لوگ ہی بہتر سمجھ سکتے تھے کہ ان کے دور میں لڑکوں اور لڑکیوں کی بلوغت کی عمر کیا ہے؟ لیکن اس کے علاوہ ایک اور وجہ ہے انسان کی اوسط عمر۔ آج ترقی یافتہ ممالک میں اوسط عمر ستر سے تجاوز کر کے اسی کے قریب پہنچ چکی ہے۔ اور پاکستان جیسے ملک میں جو طبی لحاظ سے کافی پسماندہ ہے اوسط عمر 67 سے زائد ہو چکی ہے۔ لیکن سوچنے کی بات ہے کہ جن ادوار کی ہم بات کر رہے ہیں ان میں انسان کی اوسط عمر کیا تھی۔ آج سے ہزار یا ڈیڑھ ہزار سال قبل انسان کی اوسط عمر 30 اور 35 سال کے

درمیان تھی۔ اور یہ ان ممالک کے حالات پر مبنی تخمینہ ہے جن کے حالات عرب کے حالات سے بہت بہتر تھے۔

ایک سوال اور اس کا جواب

اس پر یہ سوال کیا جائے گا کہ اوسط عمر کا شادی کی عمر سے کیا تعلق؟ تو اس کے جواب میں عرض ہے کہ ان دونوں کا بڑا گہرا تعلق ہے۔ آج اکثر ممالک میں شادی کی اوسط عمر 26 اور 28 ہے۔ اگر قدیم زمانوں میں بھی اسی عمر کے مردوں اور عورتوں کی شادیاں ہوتیں تو معاشرے میں اکثریت کا انتقال شادی کے سات آٹھ سال یا دس پندرہ سال بعد ہی ہو جاتا۔ اور اس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ نسل انسانی کے اکثر بچے والدین کی حفاظت کے بغیر پلتے یا دوسرے الفاظ میں بھوکے مرتے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ گذشتہ ادوار میں کوئی شخص طویل عمر نہیں پاتا تھا۔ لیکن یہ اعداد و شمار یہی ظاہر کرتے ہیں کہ اس اوسط عمر کے پیش نظر یہی مناسب سمجھا جاتا تھا کہ بلوغت کے فوری بعد شادی کر دی جائے۔ تا کہ گھرانے کی اکائی برقرار رہنے کے امکانات زیادہ ہوں۔

مختلف زمانوں کا یہ فرق صرف جسمانی بلوغت یا شادی کی مناسب عمر تک محدود نہیں ہے۔ پیشہ وارانہ طور پر بھی مناسب عمر زمانے کے ساتھ تبدیل ہوتی رہی ہے۔ آج کے دور میں بیس سال سے کم عمر جرنیل تو ایک طرف رہا، 35 سال سے کم عمر کسی شخص کو بھی کسی ملک کی فوج میں جرنیل کا عہدہ نہیں دیا جائے گا۔ کیونکہ یہ عمر اُس کم از کم عمر سے کم ہے جب کسی فوج میں کسی افسر کو یہ اہم عہدہ سنبھالنے کے قابل سمجھا جا سکتا ہے۔

مشہور رومی جرنل Scipio Africanus نے جب سپین فتح کیا تو اس کی عمر 25 سال تھی۔ اس کے تقریباً دس سال بعد اس نے مشہور جنگ میں ہنی بال کو شکست دی۔ سکندر اعظم کی موت 32 سال کی عمر میں ہوئی۔ اور ظاہر ہے جب وہ دنیا فتح کرنے کو نکلا تو اس کی عمر پچیس سال سے کم تھی۔ جس عمر میں آج کے دور میں کسی شخص کو کیپٹن کا عہدہ دیا جاتا ہے، اس عمر میں سکندر اعظم دنیا فتح کرنے کے لئے نکل کھڑا ہوا تھا۔ امریکہ کی خانہ جنگی میں نمایاں خدمات سرانجام دینے والا Pennypaker صرف بیس سال کی عمر میں بریگیڈیر جنرل کے عہدہ پر فائز ہو چکا تھا۔ کیا آج امریکہ کی فوج میں اس عمر کے شخص کو یہ عہدہ دیا جا سکتا ہے؟ حضرت اسامہ بن زید نے 16 یا 17 سال کی عمر میں ایک عالمی قوت کے خلاف مہم کی قیادت کی تھی۔ محمد بن قاسم جب سندھ پر حملہ آور ہوا تھا تو اس کی عمر بیس سال سے کم تھی۔ تاریخ ایسی مثالوں سے بھری ہوئی ہے۔ اگر آج کا کوئی تجزیہ نگار یا مورخ یہ تنقید کرنے بیٹھ جائے کہ اتنی کم عمر کے ناتجربہ لوگوں کو افواج کی کمان دینا ایک سنگین غلطی تھی اور ابھی تو ان لڑکوں کے کھیلنے کی عمر تھی اور انہیں جرنیل بنا دیا گیا تو ہم ایسے دانشمند پر صرف ہنس ہی سکتے ہیں۔ اُس دور کے تقاضے اور تھے اور آج کل کے تقاضے اور ہیں۔

شادی کے وقت حضرت عائشہؓ کی عمر اور مختلف روایات

اب اس سوال کا جائزہ لیتے ہیں کہ کیا تمام روایات میں شادی کے وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر 9 سال بیان ہوئی ہے۔ یا اس میں کوئی اختلاف پایا جاتا ہے۔ ان تفصیلات میں جانے سے پہلے یہ جاننا ضروری ہے کہ اُس دور میں سالوں کا حساب رکھنے کا نظام اتنی خام حالت میں تھا کہ کسی کی عمر ہو یا کسی مدت کا بیان کرنا ہو مختلف روایات میں پانچ سال کا فرق ہونا یا کسی روایت میں اصل سے پانچ سال کا فرق بیان ہونا ایک معمولی سے بات تھی۔ اس کی صرف ایک مثال بیان کر کے ہم اپنا جائزہ پیش کریں گے۔ اگر یہ سوال کیا جائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نزول وحی یا آغاز نبوت سے لے کر ہجرت تک کتنا عرصہ مکہ مکرمہ میں قیام پذیر رہے؟ تو اس بارے میں صرف ایک کتاب طبری میں صرف ایک صفحہ پر صرف ایک راوی سے تین مختلف مدتیں بیان کی گئی ہیں۔ چنانچہ اس کتاب میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی یہ مدت دس سال بھی بیان ہوئی ہے اور تیرہ سال بھی بیان ہوئی ہے اور پندرہ سال بھی بیان ہوئی ہے۔

(تاریخ طبری اردو ترجمہ از سید محمد ابراہیم، جلد دوئم ناشر دار الاشاعت 138)

یہ واضح کرنا ضروری ہے کیونکہ اس تنازع کے وقت بھی بعض مبصرین اس بات پر برافروختہ دکھائی دے رہے تھے کہ جب ایک روایت میں نو سال کی عمر بیان کی گئی ہے تو دوسری عمر کیوں بیان کی جا رہی ہے؟ عرض ہے کہ اس دور کی تاریخ سے ادنیٰ سی واقفیت رکھنے والے بھی جانتے ہیں کہ یہ ایک معمول کی بات ہے۔ اس پر ناراض ہونے والی کیا بات ہے؟ اس کی وجہ یہ تھی قبل از اسلام عرب میں سالوں کے تعین کا کوئی ایسا معروف ذریعہ نہیں تھا جس طرح آج کل کے دور میں عیسوی کیلنڈر ہے یا مسلمانوں میں ہجری کیلنڈر ہے۔ بلکہ اسلام کے ظہور کے بعد بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں ایک کاغذ پیش ہوا جس پر صرف شعبان لکھا ہوا تھا۔ اس پر حضرت عمر نے فرمایا کہ یہ کس طرح علم ہو گا کہ یہ کون سے سال کا شعبان ہے؟ اس بات پر غور ہوا کہ کیا طریق نکالا جائے۔ بعض لوگوں نے تجویز کیا کہ سالوں کے حساب کے لئے رومیوں کا کیلنڈر اپنایا جائے اور بعض نے یہ تجویز کیا کہ اہل فارس کا کیلنڈر اپنایا جائے۔ آخر حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ ہمارے کیلنڈر کو ہجرت کے سال سے شروع کرو۔

(تاریخ طبری اردو ترجمہ از سید محمد ابراہیم، جلد دوئم ناشر دار الاشاعت 139)

یہ بات بالکل درست ہے کہ صحیح بخاری اور صحاح کی تین اور کتب میں ایک ہی روایت درج ہے جس کے مطابق شادی کے وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر 9 سال تھی۔ لیکن جب کسی واقعہ کے وقت کسی شخص کی عمر کے بارے میں اختلاف ہو تو یہ دیکھنا ضروری ہوتا ہے کہ اس کی پیدائش کس سال میں ہوئی اور یہ واقعہ کس سال کا ہے اور ان دونوں کا فرق معلوم کر کے ہم اس وقت اس شخص کی عمر کا حساب لگا سکتے ہیں۔

سب سے پہلے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی پیدائش کب ہوئی؟ طبقات ابن سعد کی روایت کے مطابق حضرت عائشہؓ کی ولادت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے چوتھے سال کے آغاز میں ہوئی یعنی جب نبوت کو تین سال گذرے تب ہوئی۔

(طبقات ابن سعد اردو ترجمہ از محمد اصغر مغل جلد چہارم ناشر دار الاشاعت 2004 صفحہ 373)

اب یہ جائزہ لینا ضروری ہے کہ آنحضرتؐ نے نبوت کے بعد مکہ مکرمہ میں کتنا عرصہ گذارا تو جیسا کہ پہلے حوالہ دیا جا چکا ہے زیادہ تر معروف روایات کے مطابق آپ نے تیرہ سال کا عرصہ گذارا لیکن ایک روایت کے مطابق پندرہ سال کا عرصہ بھی گذارا۔ چنانچہ ہجرت کے وقت آپ کی عمر تقریباً دس سال سے لے کر بارہ سال تک بنتی ہے۔ اور اب یہ سوال رہ جاتا ہے کہ ہجرت کے کتنے عرصہ بعد آپ کی شادی یا رخصتانہ ہوا۔ تو طبری کے مطابق ہجرت کے اٹھارہ یا سترہ ماہ کے بعد آپ کا رخصتانہ شوال میں ہوا۔

(تاریخ طبری اردو ترجمہ از سید محمد ابراہیم، جلد دوئم ناشر دار الاشاعت صفحہ 145)

اس حساب سے اس وقت آپ کی عمر تقریباً بارہ سے ساڑھے تیرہ سال کے درمیان بنتی ہے اور نو سال نہیں بن سکتی۔ اب دوسرے طریق پر جائزہ لیتے ہیں۔ یہ روایت بیان کی جاتی ہے کہ نکاح کے وقت آپ کی عمر چھ یا سات سال تھی اور آپ کا نکاح اور رخصتانہ دونوں شوال میں ہوا تھا۔ اور انہی روایات کے مطابق آپ کا نکاح ہجرت سے تین سال قبل ہوا۔ اور معین طور پر ہمیں یہ ماننا پڑے گا کہ تین سال اور چار پانچ ماہ قبل ہوا۔ کیونکہ سیرت ابن ہشام کے مطابق ہجرت ربیع الاول میں ہوئی تھی۔ اس حساب سے ہجرت کے وقت آپ کی عمر دس سال اور چار یا پانچ مہینے یا اس سے ایک سال کم بنتی ہے۔ اور گذشتہ حساب کو پیش نظر رکھیں تو رخصتانہ کے وقت آپ کی عمر بارہ سال کچھ ماہ بنتی ہے۔

(تاریخ طبری اردو ترجمہ از سید محمد ابراہیم، جلد دوئم ناشر دار الاشاعت صفحہ 145)

(تاریخ ابن ہشام اردو ترجمہ سید یسین علی جلد 1 ناشر دار الاشاعت 1994 صفحہ 334)

کیا آپؓ کی شادی مروجہ عمر سے کم عمر میں ہوئی

اور پہلے حوالے پیش کئے جا چکے ہیں کہ گذشتہ صدیوں میں دنیا بھر میں اس عمر میں شادی ایک معمول کی بات تھی۔ بہر حال کسی بھی طریق سے حساب لگایا جائے تو یہ عمر بہر حال نو سال نہیں بنتی۔ چونکہ اس ضمن میں بار بار نامناسب طریق پر اعتراض کیا گیا ہے تو یہ حساب پیش کرنا پڑا۔ ورنہ جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا ہے کہ اُس زمانے کے عرب میں کسی مدت کے اندازے میں چار پانچ سال کم یا زیادہ ہو جانا ایک عام بات تھی۔ اصل سوال یہ ہے کہ جب آپ کی شادی ہوئی اس وقت اس عمر کی لڑکی کی شادی معمول کی بات سمجھی جاتی تھی کہ نہیں۔ کیونکہ سائنسی طور پر ہر دور میں بلوغت کی عمر بدلتی رہی ہے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خولہ کی تحریک پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے لئے رشتہ بھجوایا تو اس سے قبل حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے مطعم بن عدی کے بیٹے جبیر سے ان کا رشتہ طے کیا ہوا تھا۔ پھر جب حضرت ابو بکر نے مطعم کے پاس جا کر کہا کہ اس لڑکی کی شادی کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے؟ تو مطعم بن عدی اور اس کی بیوی نے اس وجہ سے انکار کیا کہ تمہاری لڑکی ہمارے بیٹے کو بھی تمہاری طرح بے دین کر دے گی۔ اس کے بعد حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا رشتہ منظور کیا۔ اور آپ کا نکاح ہوا۔

(سیرت حلبیہ جلد 2 اردو ترجمہ از محمد اسلم قاسمی ناشر دار الاشاعت 2009 صفحہ 424)

(طبقات ابن سعد اردو ترجمہ از محمد اصغر مغل جلد چہارم ناشر دار الاشاعت 2004 صفحہ 359)

ان روایات سے ایک بات ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح کے وقت حضرت عائشہؓ کی عمر اتنی ہو چکی تھی جتنی اس معاشرے میں رشتہ کے وقت لڑکیوں کی ہوتی تھی۔ کیونکہ آپ کا رشتہ حضرت خولہ نے تجویز کیا تھا اور اس سے قبل آپ کا رشتہ جبیر بن مطعم سے ہوا تھا۔ دوسرا اہم سوال یہ ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ تو بالکل دعوے کے وقت ہی ایمان لے آئے تھے اور اعلانیہ ایمان لائے تھے۔ اگر مطعم اور اس کی بیوی اسلام کی وجہ سے یہ پسند نہیں کرتے تھے کہ ان کے بیٹے کی شادی حضرت ابو بکرؓ کے گھر ہو تو یہ کس طرح ممکن ہے کہ انہوں نے اسلام قبول کرنے کے بعد اپنے بیٹے کے لئے حضرت ابو بکر کی بیٹی کا رشتہ مانگا ہو۔ اس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عائشہ کی پیدائش دعویٰ نبوت سے بھی قبل کی تھی اور اس وقت ہی ان کا رشتہ مطعم کے بیٹے سے

طے ہوا تھا۔ یہ نکتہ اپنی ذات میں قابل توجہ ہے کیونکہ مطعم کے بیٹے سے رشتے کی روایت دوسری کتب میں بھی بیان ہوئی ہے۔ اور اس کی تائید میں ایک بہت اہم روایت تاریخ طبری میں بیان ہوئی ہے کہ حضرت ابو بکر نے ام رومان سے شادی کی اور ان سے آپ کے دو بچے یعنی عبد الرحمن اور حضرت عائشہ پیدا ہوئے۔ اور اس سے بھی قبل آپ نے قتیلہ سے شادی کی تھی۔ اس سے آپ کے دو بچے عبد اللہ اور رسماء پیدا ہوئے۔ طبری میں اس مقام پر واضح لکھا ہے کہ آپ کے یہ دونوں نکاح زمانہ جاہلیت میں ہوئے اور آپ کے یہ چاروں بچے بھی زمانہ جاہلیت میں پیدا ہوئے۔ اس روایت کو صحیح قبول کیا جائے تو اس کے مطابق حضرت عائشہ کی پیدائش دعویٰ نبوت سے بھی قبل ہو چکی تھی اور ہجرت کے وقت آپ تیرہ یا پندرہ سال سے زائد کی عمر کی تھیں اور رخصتی کے وقت آپ کی عمر سولہ سترہ سال سے بھی زاید ہو چکی تھی۔

(تاریخ طبری اردو ترجمہ از سید محمد ابراہیم، جلد دوئم ناشر دارالاشاعت صفحہ 616)

اس سے بھی اہم پہلو یہ ہے کہ ہجرت کے بعد خود حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ یا رسول اللہ! آپ اپنی اہلیہ کو اپنے گھر لے آئیں۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مہر کی رقم نہ ہونے کا عذر کیا۔ اس پر حضرت ابو بکرؓ نے آپ کی خدمت میں ساڑھے بارہ اوقیہ چاندی پیش کی جو آپ نے بطور مہر حضرت عائشہ کو بھجوا دی۔ کسی بھی لڑکی کے ماں باپ سے زیادہ کوئی نہیں جان سکتا کہ ان کی بیٹی اب شادی کی ذمہ داریاں اٹھانے کے لئے تیار ہے کہ نہیں۔ قطع نظر اس بحث کے کہ اس وقت حضرت عائشہ کی عمر کیا تھی اس روایت سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ نہ صرف اس وقت ان کی عمر اتنی تھی جو اس معاشرے میں شادی کے لئے مناسب سمجھی جاتی تھی بلکہ ان کے والدین سمجھتے تھے کہ اب ان کی شادی میں نا مناسب تاخیر ہو رہی ہے۔ اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عذر کے بعد بھی حضرت ابو بکر نے خود مہر کی رقم پیش کر کے رخصتانہ کی درخواست کی۔ اور جو طبری میں جو روایت درج ہے کہ آپ کی پیدائش دعویٰ نبوت سے قبل ہو چکی تھی، اگر اس سے ملا کر اس روایت کو پڑھا جائے تو یہ ظاہر ہے کہ اُس دور میں بھی والدین کسی لڑکی کے نو یا بارہ سال کے ہونے پر یہ محسوس نہیں کر سکتے تھے کہ شادی میں تاخیر ہو رہی ہے۔ اور اس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی عمر اتنی ہو چکی تھی کہ والدین یہ محسوس کر رہے تھے کہ شادی میں تاخیر ہو رہی ہے۔

(طبقات ابن سعد اردو ترجمہ از محمد اصغر مغل جلد چہارم ناشر دارالاشاعت 2004 صفحہ 362)

ان حقائق کی موجودگی میں آج اتنی صدیوں بعد اگر کوئی یہ اعتراض کرتا ہے یہ شادی ایک نابالغ بچی سے شادی تھی تو عقل اس اعتراض کو کوئی اہمیت نہیں دے سکتی۔ آخر میں اتنا عرض کرنا ضروری ہے کہ تحقیق اس کا نام نہیں کہ صرف ایک روایت یا کسی محدود خیال تک محدود ہو کر باقی تمام شواہد رد کر دیئے جائیں بلکہ ان کا تمسخر اڑایا جائے۔ جب اس قسم کی بحث ہوتی ہے تو تمام سائنسی اور تاریخی شواہد سامنے رکھنے پڑتے ہیں اور مختلف روایات کو پرکھنا پڑتا ہے تب ہی کوئی علمی بحث آگے بڑھ سکتی ہے۔

منور علی شاہد۔ جرمنی

جرمنی میں اسائلم سیکرز کے لئے خوشخبری

امیگریشن قوانین میں مثبت اصلاحات کا آغاز

پاکستانیوں سمیت دیگر اقوام سے تعلق رکھنے والے اسائلم سیکرز کی ایک بڑی تعداد سالوں سے جرمنی میں مقیم ہے۔ ان کی تعداد ہزاروں میں ہے اور سینکڑوں ایسے پاکستانی ہیں جو کئی سالوں سے جرمنی میں خوف و ہراس کے سائے میں زندگی بسر کر رہے تھے اور کسی بھی وقت ملک بدری کا خوف سائے کی طرح ان کے ساتھ رہتا تھا کیونکہ ان کو عارضی اور مختصر قیام کی دستاویز ڈلڈنگ ملی ہوتی ہے۔ لیکن اب موجودہ سہ جماعتی اتحادی حکومت کی طرف سے ملکی امیگریشن قوانین میں نرمی کرنے اور نئی اصلاحات لانے کے فیصلے پر عمل درآمد کرنے کا اعلان کیا گیا جس سے ڈلڈنگ ہولڈنگ تارکین وطن کو فائدہ پہنچے گا اور ان کو ملک بدری کے خوف سے نجات ملے گی۔ ان اصلاحات پر مبنی پیکج کا اعلان جرمن چانسلر اولاف شولس نے گزشتہ دنوں کیا۔ ان اصلاحات کی تجویز حکمران جماعت شوشل ڈیموکریٹک پارٹی کی وزیر داخلہ نینسی فیزر نے پیش کی تھی جس پر اب باقاعدہ عمل درآمد کرنے کا اعلان کیا گیا ہے۔ امیگریشن قوانین میں اصلاحات کے اس نئے پیکج میں جرمنی میں عارضی رہائش رکھنے والے ایسے تمام اسائلم سیکرز اور تارکین وطن جن کے پاس ڈلڈنگ نامی دستاویز ہیں کو اب قانونی طور پر جرمنی میں رہنے کی اجازت مل جائے گی۔ یاد رہے کہ ڈلڈنگ ہولڈر تارکین وطن کو کسی بھی وقت جرمنی چھوڑنے کا حکم دیا جا سکتا ہے یا کسی بھی وقت ملک بدر کیا جا سکتا ہے۔ ڈلڈنگ کی مدت میں اضافہ بھی ہوتا رہتا ہے لیکن ملک بدری اور ڈیپورٹیشن کا خوف ہر وقت سر پر سوار رہتا ہے، اور ایسے تارکین وطن کے لئے کام کرنے کی اجازت ملنے کے امکانات نہ ہونے کے برابر ہوتے ہیں۔

امیگریشن کے اس نظام میں اس نئی تبدیلی سے ایک لاکھ تیس ہزار کے قریب تارکین وطن کو فائدہ پہنچے گا جو ڈلڈنگ کے ساتھ جرمنی میں مقیم تھے۔ یاد رہے کہ ڈلڈنگ نامی دستاویز ان تارکین وطن کو دی جاتی ہے جن کی سیاسی پناہ کے کیسز کی درخواستیں مسترد ہو چکی ہوں لیکن کچھ وجوہات کی بناء پر ان کو واپس ان کے ملک نہ بھجوایا جا سکے، ان وجوہات میں گرفتاری کا خدشہ، جنگ، شدید ترین بیماری، کوئی خاتون حاملہ ہو یا کوئی یہاں زیر تعلیم ہو یا کسی ہنر کی تعلیم سیکھ رہا ہو۔ لیکن سنگین جرائم میں ملوث یا اپنی جھوٹی شناخت پیش کرنے والے اس پیکج سے محروم رہیں گے۔ جرمن کے ذرائع ابلاغ کے مطابق وفاقی وزیر داخلہ نے اپنی ایک ٹویٹ میں اس کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ ہم ایک متنوع امیگریشن ملک ہیں اور اب ہم ایک بہتر انضمام والی ریاست بننا چاہتے ہیں۔

جرمنی کی وزیر داخلہ کی مجوزہ نئی پالیسی کے تحت جنوری 2022ء تک پانچ سال کا ڈلڈنگ سٹیٹس رکھنے والے تارکین وطن کو ایک سال کا رہائشی ویزہ جاری کیا جائے گا تا کہ وہ جرمنی میں مستقل رہنے کی شرائط کو پورا کر سکیں، ان شرائط میں جرمن زبان کا سیکھنا، اپنی ضروری قابلیت میں اضافہ کرنا، آمدنی میں اضافہ کے لئے روزگار کی تلاش کرنا وغیرہ شامل ہیں اور بعد ازاں ان کے ثبوت پیش کرنا ہونگے۔ جرمنی کی مختلف سماجی تنظیموں نے اس فیصلے کو بہت سراہا ہے اور ان اقدامات کو ناکافی قرار دیا ہے۔ ان کے مطابق اس فیصلے سے ہزاروں ایسے تارکین وطن غیر یقینی صورتحال سے نکل جائیں گے جن کا انہیں سالوں سے سامنا تھا۔ جرمن حکومت اور اس کی اتحادی سیاسی جماعتوں نے اپنے اس فیصلے کا دفاع کرتے ہوئے کہا کہ ہمارے اس فیصلے سے جرمنی میں ہنرمند کارکنوں کی کمی دور ہو گی۔

خدائی صفات کے مظہر اتم

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:۔

’’ہمارے سید ومولیٰ جناب مقدس الانبیاء ﷺ کی نسبت صرف حضرت مسیح نے ہی بیان نہیں کیا کہ آنجناب ﷺ کا دنیا میں تشریف لانا درحقیقت خدائے تعالیٰ کا ظہور فرمانا ہے بلکہ اس طرز کا کلام دوسرے نبیوں نے بھی آنحضرت ﷺ کے حق میں اپنی اپنی پیشگوئیوں میں بیان کیا ہے اور استعارہ کے طور پر آنجناب ﷺ کے ظہور کو خدا تعالیٰ کا ظہور قرار دیا ہے بلکہ بوجہ خدائی کے مظہر اتم ہونے کے آنجناب ﷺ کو خدا کر کے پکارا ہے۔ چنانچہ حضرت داؤدؑ کے زبور میں لکھا ہے۔ ’’تو حسن میں بنی آدم سے کہیں زیادہ ہے۔ تیرے لبوں میں نعمت بنائی گئی اس لئے خدا نے تجھ کو ابد تک مبارک کیا (یعنی تو خاتم الانبیاء ٹھہرا) اے پہلوان! تو جاہ و جلال سے اپنی تلوار حمائل کر کے اپنی ران پر لٹکا۔ امانت اور حلم اور عدالت پر اپنی بزرگواری اور اقبال مندی سے سوار ہو کر تیرا داہنا ہاتھ تجھے ہیبت ناک کام دکھائے گا۔ بادشاہ کے دشمنوں کے دلوں میں تیرے تیر تیزی کرتے ہیں۔ لوگ تیرے سامنے گر جاتے ہیں۔ اے خدا! تیرا تخت ابد الآباد ہے۔ تیری سلطنت کا عصا راستی کا عصا ہے۔ تو نے صدق سے دوستی اور شر سے دشمنی کی ہے اسی لئے خدا نے جو تیرا خدا ہے خوشی کے روغن سے تیرے مصاحبوں سے زیادہ تجھے معطر کیا ہے۔‘‘

(توضیح مرام، روحانی خزائن جلد 3 حاشیہ صفحہ 65-66)

DAILY LONDON
ALFAZL
ONLINE

www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION
Download on the App Store
ANDROID APP ON Google play

اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء
درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

ادارہ کا مضمون نویسوں، تبصرہ و مراسلہ نگاروں کے خیالات اور آراء سے متفق ہونا ضروری نہیں

بقیہ: ڈائری عابد خان سے کچھ حصے...... از صفحہ 9

گفتگو فرماتے سنا۔ یہ پہلا موقع تھا کہ میں نے حضور انور کی آواز کو اس قدر قریب سے سنا تھا اور اس آواز کی طاقت، پاکیزگی اور خوبصورتی ایسی تھی کہ میں اس کو بھول نہیں سکوں گا۔ میرے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ حضور انور کے دفتر میں داخل ہونے سے پہلے ہی میں ایسی گھبراہٹ اور حضور انور کی محبت میں گھرا ہوا تھا کہ میں آپ کے سامنے کچھ بھی بول نہ سکا۔‘‘

ایک جذباتی گفتگو

ایک ملاقات جس نے مجھے بہت جذباتی کر دیا وہ مکرم خان افضل صاحب اور ان کی اہلیہ کے ہمراہ تھی۔ مکرم خان صاحب کی عمر 49 سال تھی مگر آپ کو کبھی بھی خلیفہ وقت سے ملاقات کا شرف نہ ملا تھا۔ جب میں نے یہ سنا تو میں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ مجھے حضور انور کی قربت میں رہنے کا موقع ملتا رہتا ہے اور ساری زندگی خلیفہ وقت کو دیکھتا رہا ہوں۔ مکرم خان افضل صاحب نے بتایا کہ ’’آج کا دن میرے لیے اور میری family کے لیے بہت خوشی اور مسرت بھرا دن ہے۔ میں 49 سال کا ہوں اور آج مجھے پہلی مرتبہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلیفہ سے ملاقات کا شرف ملا ہے۔ میں حضور انور کو ہمیشہ ایم ٹی اے پر دیکھتا تھا یا بہت دور سے اور یہ سوچتا تھا کہ کیا کبھی مجھے بھی ذاتی طور پر آپ سے ملاقات کا شرف نصیب ہوگا۔ آج اللہ تعالیٰ نے میری دعائیں قبول کر لی ہیں اور میں نے کبھی اتنا اطمینان محسوس نہیں کیا جتنا حضور انور کے دفتر میں تھا۔ اور اب جبکہ میں حضور انور کے دفتر سے باہر آ چکا ہوں پھر بھی وہ اطمینان کی کیفیت جاری ہے۔‘‘

پھر میں نے ان کی اہلیہ سے بات کی اور انہیں بتایا کہ میں حضور انور کے دورہ جات کی ڈائری لکھتا ہوں اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے حضور انور بھی وقت نکال کر ان کو خود ملاحظہ فرماتے ہیں۔ یہ سنتے ہی انہوں نے رونا شروع کر دیا۔ مجھے سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ کیا کروں۔ جب مرد حضرات میرے سامنے روتے یا آنسو بہاتے ہیں تو میں جسمانی طور پر اپنا ہاتھ ان کے کندھے یا بازو پر رکھ کر انہیں تسلی دیتا ہوں لیکن یقینی طور پر ایک خاتون سے ایسا رویہ برتنا نامناسب تھا اس لیے میں خاموشی سے کھڑا رہا۔ یہاں تک کہ انہوں نے خود کو سنبھالا اور کہنے لگیں کہ ’’میں پاکستان کے ایک دور دراز علاقے کی ایک سادہ سی خاتون ہوں۔ میں نہ تو زیادہ پڑھی لکھی ہوں اور نہ تعلیم یافتہ۔ لیکن میں اپنے بچوں کو نماز میں باقاعدہ رہنے اور تلاوت قرآن کریم کی تلقین کرتی رہتی ہوں۔ اس لیے میں آپ سے درخواست کرتی ہوں کہ اس بات کو اپنی ڈائری میں ضرور لکھیں تاکہ جب حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اس کو پڑھیں تو دعا کریں تاکہ میری یہ خواہش پوری ہو سکے۔‘‘ ان الفاظ کو ادا کرتے ہی وہ دوبارہ رونے لگیں تو میں نے انہیں بتایا کہ میں ان شاءاللہ ان کے الفاظ اپنی ڈائری میں ضرور شامل کرلوں گا۔

خلافت سے محبت کی ایک اور مثال

ایک اور دوست جنہوں نے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے پہلی مرتبہ ملاقات کا شرف حاصل کیا تھا وہ مکرم ملک فیاض صاحب تھے جن کی عمر 29 سال تھی۔ وہ بھی جذبات سے لبریز تھے اور اپنے تجربہ کو یوں بیان کیا کہ ’’وہ یقینی طور پر میری زندگی کے چند بہترین لمحات تھے۔ حضور انور کے چہرے کا نور بہت زیادہ تھا۔ حضرت خلیفۃ المسیح کی معیت میں جو دل کا سکون میں نے محسوس کیا وہ ناقابل بیان ہے اور ان چند لمحات میں یقینی طور پر میری زندگی کو ہمیشہ کے لیے بدل دیا۔ میں قسم کھا کر کہہ سکتا ہوں کہ اب میں اپنے آپ کو بہتر کرنے کی کوشش کروں گا تاکہ میرے خلیفہ مجھ سے خوش ہوں۔ درحقیقت مجھے علم نہ تھا کہ ایسی خوشی اور مسرت محسوس کی جا سکتی ہے۔‘‘

ایک سیکیورٹی گارڈ کے تاثرات

جو احباب حضور انور کے ساتھ دورہ میں شریک ہوتے ہیں انہیں خلیفۂ وقت کی برکات کو بلا واسطہ دیکھنے کا موقع ملتا ہے۔ اس دورہ کے دوران حضور انور کے ایک سیکیورٹی گارڈ مکرم محسن اعوان صاحب تھے۔ مجھے ان کے ساتھ گاڑی میں بیٹھنے کا موقع ملا اور یوں ہمیں ایک دوسرے سے بات کرنے کا موقع بھی ملتا رہتا۔ ایک دن انہوں نے بتایا کہ ہر دفعہ جب انہیں حضور انور کے قریب کھڑے ہونے کا موقع ملتا ہے تو انہیں محسوس ہوتا ہے کہ ان کے رونگٹے کھڑے ہو گئے ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ وہ ہمیشہ بہت محتاط رہتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے منتخب نمائندہ کے قریب کھڑے ہیں اور وہ ڈیوٹی کے دوران اپنا وقت خاموشی سے درود شریف پڑھتے ہوئے گزارتے ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ ان کا ایمان ہے کہ وہ اپنی ڈیوٹی صحیح طور پر صرف مستقل دعائیں کرتے ہوئے ہی کر سکتے ہیں۔

(دورہ حضور انور جرمنی 2014ء حصہ اول)

ایک سبق آموز بات

خدا

انسان خطا کا پتلا ہے۔ کچھ بھی برا کرنے سے پہلے وہ دائیں بائیں آگے پیچھے سب دیکھتا ہے مگر اوپر نہیں دیکھتا کہ خدا تعالیٰ کی ایک ہستی ہے جو اسے دیکھ رہی ہے۔ اس کے نامۂ اعمال کو فرشتے لکھ رہے ہیں۔ اگر آپ کا دل گناہ پر آمادہ ہے تو اس جگہ گناہ کیجئے جہاں خدا موجود نہ ہو۔

(بشریٰ سعید عاطف۔ مالٹا)

فقہی کارنر

غیر عورت سے مصافحہ

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ فرماتے ہیں:۔

عورتوں کو ہاتھ لگانا منع ہے۔ احسن طریق سے پہلے لوگوں کو بتا دیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے جب ایک یورپین عورت ملنے آئی تو آپ نے اسے یہی بات کہلا بھیجی تھی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی عورتوں کا ہاتھ پکڑ کر بیعت لینے کا سوال ہوا تو آپ نے اس سے منع فرمایا۔ یہ ہمارے لئے اسوہ حسنہ ہے۔ اس میں عورتوں کی ہتک نہیں۔

(الفضل 14 ستمبر 1915ء صفحہ 5)

(داؤد احمد عابد۔ استاد جامعہ احمدیہ برطانیہ)

طلوع و غروب آفتاب

11 جولائی 2022ء		طلوع فجر	غروب آفتاب
مکہ مکرمہ		04:19	19:07
مدینہ منورہ	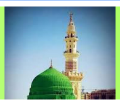	04:10	19:14
قادیان		03:53	19:37
ربوہ		03:33	19:16
اسلام آباد ٹلفورڈ	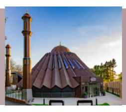	03:31	21:16